موجودہ حالات میں

# راہِ عمل

**تصنیف:**

حضرت مولانا مفتی خالد سیف اللہ صاحب قاسمی دامت برکاتہم
شیخ الحدیث ''ثانی'' وناظم جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ

**ناشر:**

شعبۂ نشر واشاعت جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ ضلع سہارنپور یوپی
01331. 232357 +9412508475

# توضیحات


نام کتاب: راہِ عمل

نام مصنف: حضرت مولانا مفتی خالد سیف اللہ صاحب قاسمی دامت برکاتہم
شیخ الحدیث ''ثانی'' وناظم جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ

تعداد طباعت: گیارہ سو (1000)

ایڈیشن: ساتواں (۸)

قیمت: تیس (30)

ملنے کا پتے

**مکتبۂ شریفیہ گنگوہ سہارنپور یو پی، انڈیا۔**

فون: 09837235684,01331-232357

# فہرست مضامین


انتساب 5

پیش لفظ 6

**باب اول** 9

ایمان کی مضبوطی اور عقیدۂ صحیحہ پر استحکام //

**دوسرا باب** 13

اعمال صالحہ کا اہتمام //

**تیسرا باب** 18

حرام کاموں اور جرائم سے بچنے کے سلسلہ میں //

**چوتھا باب** 20

قتل وغارت گری اور اسکا انجام //

**پانچواں باب** 23

شراب پینا اور اس کا انجام //

جوا اور سٹہ بازی 27

**چھٹا باب** 28

زنا کاری اور اس کا انجام //

**ساتواں باب** 34

سرقہ وڈاکہ زنی اور اسکا انجام //

**آٹھواں باب** 38

سود خوری اور اس کا انجام //

**نواں باب** 41//
اپنے اختلافی معاملہ کو آپس میں حل کر لینا چاہیے //۴۸//
**دسواں باب** 43//
مسلمان کو کیسا ہونا چاہیئے؟ //۵۱//
**گیارھواں باب** 47//
طلاق اور اس کی خرابیاں /۵۵
**بارھواں باب** 50//
تعلیم اور اس کے فائدے /۵۸
**تیرھواں باب** 52//
آج کل کی سیاست اور اس کا انجام //۶۰
ووٹ کی حیثیت 53//
**چودھواں باب** 55۶۲
ظالم طاقتوں سے کس طرح نمٹا جائے //۶۴
دوسرا راستہ صبر و تحمل کا ہے 56//
**پندرھواں باب** 57//
دعاء کا اہتمام //۶۶
جامعہ اشرف العلوم رشیدی ایک نظر میں 58//
۶۷
۷۴

# انتساب

ان مخلص احباب کے نام جنکے قلوب میں امت کا درد ہے اور انکو اپنی اور دوسروں کی اصلاح کی فکر ہے، نیز یہ رسالہ برکت ہے اس مخلص بندہ کی جسکے ذریعہ سے عالم اسلام کے بہت بڑے طبقہ کو فیض پہونچا، جو اپنے اکابر واسلاف کے چہیتے اور محبوب تھے، جنکا قلب عشقِ الٰہی اور عشقِ رسول ﷺ کا بہترین سنگم تھا۔

جنکے ذریعہ سے ارضِ قدوس ورشید پر عالم اسلام کی عظیم دینی درسگاہ جامعہ اشرف العلوم رشیدی کی شکل میں ایک بہت بڑا چشمۂ فیض جاری ہوا جسکے ذریعہ سے لاکھوں انسانوں کو فیض پہونچا اور پہونچ رہا ہے اور قیامت تک پہونچتا رہے گا جو لاکھوں کرامتوں سے بڑھ کر ایک زندہ وجاوید کرامت ہے۔

اور جو ''انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء '' کے صحیح مصداق تھے اور جو ''الذین یذکرون اللہ قیاماً وقعوداً وعلیٰ جنوبھم ویتفکرون فی خلق السموات والأرض '' کا صحیح وسچا عملی نمونہ تھے۔

جن سے میری مراد میرے والد بزرگوار استاذ العلماء ولی کامل عارف باللہ، فانی فی اللہ، فانی فی الرسول ﷺ حضرت اقدس مولانا الحاج قاری شریف احمد صاحب نور اللہ مرقدہ ہیں، اللہ پاک آپکو عنایات بے غایات سے نوازے اور آپکو آپکی محنتوں کا اپنی شایان شان وخوب سے خوب تر بدلہ نصیب فرمائے، آمین۔

خالد سیف اللہ عفا اللہ عنہ

خادم حدیث وافتاء وجامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ

# پیش لفظ

بزرگان محترم برادرانِ اسلام!

آج جو حالات ہمارے اُوپر آرہے ہیں خواہ وہ ظالم حکومتوں کی طرف سے ہوں یا دیگر بلاؤں اور آفات کی شکل میں ہوں یہ سب ہماری بداعمالیوں کا نتیجہ ہیں، جب تک ہم اپنے اعمال اور معاملات درست کرنے کی طرف متوجہ نہیں ہونگے تب تک پریشانیوں، بلاؤں اور مصیبتوں سے اور ظالم حاکموں کے ظلم وستم سے نہیں بچ سکتے، برے اعمال اور غلط معاملات ہی کی پاداش میں ظالم حکمراں مسلط ہوتے ہیں اور بلائیں نازل ہوتی ہیں، اس وجہ سے ہر وقت اللہ پاک سے ڈرتے رہنا چاہئے اور اپنے اعمال ومعاملات کو صحیح کرتے رہنا چاہئے۔

۱۴۲۰ھ میں جب حکومتِ ہند نے مساجد ومدارس کے خلاف سیاہ بل بنایا تھا جس کے خلاف جگہ جگہ احتجاجی جلسے منعقد ہوئے تھے چنانچہ، جب ارض رشید پر ولی کامل، عارف باللہ، جامع الاوصاف والکمالات، منبع الفیوض والبرکات حضرت الحاج مولانا قاری شریف احمد صاحب قدس سرہ العزیز بانی وناظم جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ (المتوفی ۲۴؍ربیع الاول ۱۴۲۶ھ) کی سیادت وقیادت میں ایک تاریخی احتجاجی جلسہ منعقد ہونا تھا اس وقت یہ رسالہ جلدی جلدی

میں لکھا گیا تھا تا کہ اجلاس میں تقسیم ہو سکے، الحمد للہ کثیر تعداد میں یہ رسالہ تقسیم ہوا بعد میں ہندی زبان میں بھی شائع ہوا، اس میں توفیق باری تعالیٰ ہی کو سب سے بڑا دخل ہے، اللہ پاک مزید قبولیت عامہ وتامہ عطا فرمائے آمین۔

چنانچہ تاریخ مقررہ پر جب وہ اجلاس ایک وسیع پیمانہ پر منعقد ہوا جس میں بہت سے علماء، صلحاء، اور اولیاء اللہ نے شرکت کی تھی، یہ رسالہ تقسیم کیا گیا تو بحمد اللہ تعالیٰ یہ مختصر رسالہ بہت مقبول ہوا اور تین ہزار کی تعداد میں تقسیم ہو کر ختم ہو گیا، جب عوام وخواص کا اصرار بڑھتا گیا اور توجہ زیادہ ہوتی گئی تو پھر ۱۴۲۴ھ میں حوالہ جات کی تحقیق کے ساتھ دوبارہ شائع کیا گیا، جب اس کا ایڈیشن بھی ختم ہو گیا اور اسکا تقاضہ بڑھتا گیا اس لئے اب ساتویں بار شائع کیا جا رہا ہے۔

خوش قسمتی سے یہ مختصر رسالہ ہمارے احباب کو اتنا پسند آیا کہ بعض ہمارے احباب جو برطانیہ سے تعلق رکھتے تھے، تعلیم کیلئے جب مدرسہ میں آئے انہوں نے اس رسالہ کو انگریزی زبان میں ٹرانسلیٹ کیا، جن میں عزیزم مخلصم مولانا مفتی ابوبکر صاحب سلمہ ہیں۔

اور بفضل اللہ تعالیٰ اس رسالہ کا ترجمہ عربی زبان میں بھی کیا گیا ہے، جن میں ندوۃ العلماء کے قابل احترام طلباء نے حصہ لیا تھا، جواب اپنی اپنی جگہوں پر علماء وفضلاء کی حیثیت سے دین کی خدمت میں مشغول

ہیں، جزاہم اللہ تعالیٰ خیراً فی الدارین۔

اور بحمد اللہ تعالیٰ ہندی زبان میں مزید اضافہ کے ساتھ اس رسالہ کو شائع کیا گیا، اس کام کو عزیزم مخلصم ماسٹر علی نواز صاحب مدرس جامعہ ہٰذا نے کیا تھا، جزاہ اللہ تعالیٰ فی الدارین۔

اس رسالہ میں یہ بتایا گیا ہے کہ موجودہ حالات میں مسلمانوں کو کیا کرنا چاہئے اور کیسا ہونا چاہئے، تاکہ وہ مصائب و آفات سے خود بھی بچ سکیں اور دوسروں کو بھی بچا سکیں اور پورے عالم کے لئے باعثِ رحمت ثابت ہوں۔

اللہ پاک اس سے امت کو فائدہ پہونچائے اور اس رسالہ کو مؤلف کے لئے اور اسکے والدین ماجدین اور اولاد واحباب کیلئے ذخیرۂ آخرت بنائے، آمین یارب العالمین۔

والسلام

خالد سیف اللہ عفا اللہ عنہ

خادمِ حدیث نبوی شریف وافتاء

وخادم جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ

# باب اول

## ایمان کی مضبوطی اور صحیح عقیدہ پر استحکام:

اس بات کو خوب ذہن میں بٹھالیں کہ ہم ایمان والے ہیں: لاالٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ (ﷺ) کا دل وزبان سے ہم نے اقرار واعتراف کیا ہے۔

اس اقرار واعتراف کا مطلب یہ ہے کہ ہم نے اس کا عہد کر لیا ہے کہ ہم اللہ اور اسکے رسول ﷺ پر پوری طرح ایمان رکھتے ہیں:

"اَللّٰہ رَبُّنَا وَالرَّسُول قَائِدُنَا وَالْقُرآنُ دُسْتُوْرُنَا وَالجَنَّةُ مَقَامُنَا"

یعنی اللہ پاک ہمارے رب ہیں اور رسول اللہ ﷺ ہمارے قائد، ہمارے متبوع، ہمارے پیشوا ہیں اور قرآن حکیم ہمارا دستورِ عمل، ضابطۂ حیات ہے، اس پر عمل کرنا ہمارے لئے جنت کی ضمانت ہے۔

یہ کلمہ انسان کو ایسی آزادی وحریت عطا کرتا ہے کہ "سبحان اللّٰہ" انسان کو تمام مذاہبِ باطلہ اور غیر اللہ کی غلامی سے چاہے وہ انسان کی شکل میں ہو اور چاہے دوسری کسی بھی شکل میں

ہواس کی غلامی سے آزادی دلاتا ہے، یعنی ایسی غلامی جس سے شرک، کفر، بدعات وخرافات میں مبتلاء ہو جائے اور رہی اللہ والوں کی غلامی وہ تو اللہ پاک کی معرفت، عشق ومحبت اور انکی اطاعت حاصل کرنے کیلئے ہوتی ہے، اس سے یہ جذبہ ابھرتا ہے کہ اسکی پیشانی اب کسی غیر کے آگے نہیں جھک سکتی، اگر جھکے گی تو صرف اس ذات پاک خلاقِ عالم، احکم الحاکمین، رب العزت والجلال کے سامنے ہی جھکے گی جس نے سب کو پیدا کیا اور جو سب کو رزق عطا کرتا ہے، جس کے قبضۂ قدرت میں حیات ہے اور جس کے قبضۂ قدرت میں موت ہے۔

کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

پانی پانی کر گئی مجھ کو قلندر کی یہ بات
جب جھکا تو غیر کے آگے نہ تن تیرا نہ من

ہماری تاریخ رہی ہے کہ ہم نے گردنوں کا کٹانا تو منظور کر لیا مگر جھکانا منظور نہیں کیا۔

میرے پیر ومرشد حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب پرتاب گڈھیؒ بیک واسطہ خلیفہ حضرت مولانا فضل رحمٰن گنج مرادآبادیؒ نے فرمایا۔

**شعر**

کسی کے سامنے کیوں جھکوں پرواہ کیا مجھ کو
جب اس کے سامنے شوق سے گردن میری خم ہے

اور کسی نے کیا خوب کہا ہے :

جفا کی تیغ سے گردن وفا شعاروں کی
کٹی ہے مگر جھکی تو نہیں

اس کلمہ پر ایمان اس وقت تک مکمل نہیں ہوسکتا ہے جب تک ہم تقدیر پر ایمان نہ رکھیں، تقدیر پر ایمان سے ہمارے لئے بہت بڑی تسلی کا سامان مہیا ہوتا ہے، اللہ پاک ارشاد فرمارہے ہیں: قُلْ لَنْ يُصِيْبَنَا اِلَّا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَنَا هُوَ مَوْلٰنَا وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ (الآية)

آپ کہہ دیجئے کہ ہم پر کوئی مصیبت نہیں آسکتی مگر وہی جو ہمارے رب نے مقرر کر دی ہو اور وہی ہمارا مولیٰ ہے اور اللہ پاک پر ہی بھروسہ کرنے والوں کو بھروسہ کرنا چاہئے، ایسے ہی اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے وما لنا أن لا نتوكل على الله وقد هدانا سبلنا ولنصبرن على ما آذيتمونا وعلى الله فليتوكل المتوكلون ''اور ہم کو کیا ہوا کہ بھروسہ نہ کریں اللہ پر اور وہ ہم کو سمجھا چکا ہمارے لئے راہِ عمل اور ہم ضرور صبر کریں گے ایذاء وتکلیف پر جو تم ہمکو دیتے ہو اور اللہ پر بھروسہ کرنا چاہئے بھروسہ کرنے والوں کو'' نیز اللہ پاک کا فرمان ہے: ومن يتوكل على الله فهو حسبه ''اور جو اللہ پر بھروسہ کرتا ہے تو اللہ اس کے لئے کافی ہو جاتے ہیں''۔

جب یہ معاملہ ہے تو پھر خوف اور ڈرنے کا کیا مطلب ہے، مسلمان اللہ کا نام لینے والا ہے صرف اللہ پاک سے ڈرتا ہے اور کسی سے

نہیں ڈرتا بلکہ دوسرے اس سے ڈرتے ہیں، کیونکہ وہ اللہ پاک کا شیر ہے اس کے دل میں ایمان کی حرارت ہے اور جام شہادت پینے کا شوق اس کی تمنا اور خواہش ہوتی ہے۔

اگر اس کو اللہ پاک کا نام آزادی سے لینے کا حق نہ رہے تو وہ اس کے لئے اپنی زندگی ہی قربان کر دینے کو اپنی اصل سعادت تصور کرتا ہے۔

**شعر**

نکل جائے دم تیرے قدموں کے نیچے
یہی دل کی حسرت یہی آرزو ہے
میری زندگی کا حاصل میری زیست کی تمنا
تیرے عاشقوں میں جینا تیرے عاشقوں میں مرنا

حضرات صحابہ کرامؓ نے اللہ تعالیٰ اور انکے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں سب کچھ قربان کر دیا تھا۔

اس قربانی کی برکت سے ان کو ایسی سر بلندی حاصل ہوئی جس کی مثال ملنا مشکل ہے، حضرات صحابہ کرامؓ ہمارے لئے اصل نمونہ ہیں، انکے بعد وہ اکابرِ مرحومین ہیں جوان کے نقش قدم پر چلے ہیں اور انہوں نے اعلاء کلمۃ اللہ کیلئے ہمیں بڑی سی بڑی قربانی دینا سکھایا ہے۔

اللہ پاک ہمارے اندر بھی وہ جذبہ پیدا فرمائے جس سے اسلام کی سر بلندی ہو اور رضاء الٰہی حاصل ہو۔

آمین یارب العالمین

# باب دوم

## اعمال صالحہ کا اہتمام:

ایمان کی مضبوطی اور عقیدۂ توحید کے استحکام کے بعد دوسرا نمبر ہے اعمال صالحہ کے اہتمام کا اور اعمال صالحہ کو اختیار کرنا رضاء الٰہی کیلئے یہی اسلام ہے، ایمان باطنی کیفیت کا نام ہے اور اس پر اعمال صالحہ کا مرتب ہونے کا نام ہی اسلام ہے، ایمان میں اعمالِ صالحہ کے بغیر کمال نہیں آسکتا اور نہ مؤمن، مؤمن کامل کہلانے کا مستحق ہوسکتا ہے، اس پر قرآن حکیم کی بہت سی آیات اور رسالت مآب ﷺ کی بہت سی احادیث وروایات شاہد ہیں۔

ایمان اور اعمال صالحہ کا آپس میں بہت جوڑ ہے، اعمالِ صالحہ بغیر ایمان کے آخرت میں مفید وکارآمد ثابت نہ ہوں گے، اگرچہ دنیا میں اللہ پاک ان کی برکت سے کچھ دے دیں، مگر آخرت میں بغیر ایمان کے ثواب نہ ملے گا۔

اور ایمان بغیر اعمال صالحہ کے مکمل نہیں ہے، اعمال صالحہ ہی سے ایمان کا ہونا معلوم ہوتا ہے، جتنا ایمان صحیح ہوگا اسی قدر اعمالِ صالحہ، اخلاقِ فاضلہ سے مزین ہوگا، ایمان بنیاد ہے اور اعمال صالحہ اس کی شاخیں ہیں۔

نبی پاک علیہ السلام کا فرمان ہے: ''عن أبی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ الایمان بضع وسبعون شعبۃ

فأفضلها قول لا اله الا اللّٰہ و أدناها اماطة الأذى عن الطريق و الحياء شعبة من الإيمان ‘‘(مشکوٰۃ شریف جلداول)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایمان کی ستر سے زیادہ شاخیں ہیں، جن میں سب سے افضل کلمۂ توحید لا الہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ ﷺ ہے اور سب سے ادنیٰ درجہ راستہ سے تکلیف دینے والی چیز کو ہٹانا ہے اور حیاء وشرم ایمان کا ایک خاص شعبہ ہے، ایمان اصل واساس ہے اور نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج، قربانی، جہاد، صدقہ وخیرات یہ سب دین کے اہم اعمال وارکان ہیں۔

الغرض تمام ایمانیات، ایمان باللہ، ایمان بالرسولؐ، ایمان بالیوم الآخر اور اعمالِ صالحہ اور اخلاقِ کریمانہ یہ سب شجرۂ ایمان کی اہم ترین شاخیں ہیں۔

ایمان تب ہی مکمل ہوگا جب یہ شاخیں ہوں گی، جس طرح درخت بغیر شاخوں کے ناقص وادھورا لگتا ہے اسی طرح ایمان بغیر اعمال کے ناقص اور ادھورا رہتا ہے، بلکہ امام بخاریؒ تو فرماتے ہیں کہ ایمان ہی عملِ صالح ہے اس لئے کہ اللہ پاک نے فرمایا ہے ’’وَتِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِي أُورِثْتُمُوهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ (الآية) ‘‘اور یہ جنت جس کے تم وارث بنائے گئے ہو یہ تمہارے اعمالِ صالحہ ہی کی برکت ہے‘‘ جو ایمان کا تقاضا ہے، ورنہ تم اس جگہ کے لائق نہیں تھے، لہذا اعمالِ صالحہ کا اہتمام بہت ضروری ہے، افسوس آج مسلمان نماز،

روزہ، زکوٰۃ، حج جیسے ارکان میں بھی تساہل اور تغافل برتنے لگے ہیں، حالانکہ یہ بنیادی ارکان واعمال ہیں۔

جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" بنی الاسلام علیٰ خمس شهادة ان لا اله الا الله و ان محمداً عبده ورسوله و اقام الصلوٰة و ايتاء الزكوٰة والحج وصوم رمضان " (بخاری شریف جلدا)

کہ اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے(۱) توحید ورسالت پر ایمان اقرار واعتراف (۲) نماز (۳) زکوٰۃ (۴) حج (۵) روزہ (بخاری شریف ج ا ص ٦)

اسلئے مسلمانوں کو اعمالِ صالحہ کی طرف بہت زیادہ متوجہ ہونے کی ضرورت ہے، اس سے معاشرہ درست ہوگا اور اس سے امن وامان قائم ہوگا اور اس سے مؤمن عالم کے لئے رحمت ہوگا ورنہ عذاب وزحمت بن جائے گا، اللہ پاک حفاظت فرمائے آمین۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے قرآن کریم فرقان حمید میں بہت سے مقامات پر ایمان اور اعمالِ صالحہ کرنے والوں کے لئے بشارتیں ذکر کی ہیں، چنانچہ سورۂ عنکبوت پارہ ۲۱ رمیں فرماتے ہیں :وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَنُبَوِّئَنَّهُمْ مِنَ الْجَنَّةِ غُرَفاً تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ط نِعْمَ اَجْرُ الْعَامِلِيْنَ ہ اَلَّذِيْنَ صَبَرُوا وَعَلىٰ رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ (الآية)

اور وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسولؐ پر ایمان لائے اور انہوں نے اعمال صالحہ کئے، ہم ان کو جنت کے بالا خانوں میں قیام کرائیں گے، ایسے

محلات کے اندر جن کے نیچے سے نہریں جاری ہوں گی اور وہاں یہ لوگ ہمیشہ رہیں گے، یہ عمل کرنے والوں کا ایک بہترین بدلہ ہوگا، یعنی وہ لوگ صبر کرتے تھے اور اپنے رب پر بھروسہ کرتے تھے۔

دیکھئے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ایمان کے ساتھ نیک اعمال کرنے والوں کو کتنی بڑی بشارت سنائی ہے کہ اللہ پاک ان کو جنت کے شاہی محلات میں وہ بھی بلند وبالا منزلوں میں قیام کرائیں گے، جس میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے اور وہاں ان کو ہر قسم کی نعمت، راحت، لذت سے نوازا جائے گا اور وہ بے انتہاء خوش ہوں گے، یہ حضرات وہ تھے جو شریعت پر استقامت اختیار کرتے تھے اور ایمان اور یقین کے راستے میں اور اعمالِ صالحہ کے سلسلہ میں آنے والی دِقّتوں اور پریشانیوں کو برداشت کرتے تھے اور ہر حال میں اپنے پروردگار پر کامل بھروسہ رکھتے تھے، اسی طرح اللہ سبحانہ وتعالیٰ سورۂ لقمان میں فرماتے ہیں: ''اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ جَنّٰتُ النَّعِیْمِ ۝ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا ط وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّا ط وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ''

بیشک وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسولؐ پر ایمان لائے اور شریعت کے مطابق اچھے کام کرتے گئے، ان کے لئے بے شمار نعمتوں کے باغات ومحلات ہوں گے جن میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے، یہ اللہ پاک کا بالکل سچا وعدہ ہے اور وہ غالب ہیں اور وہ حکمت والے ہیں۔

دیکھئے یہاں بھی اللہ پاک نے ایمان اور اعمال صالحہ کو ایک

ساتھ ذکر کر کے جنتوں کا وعدہ فرمایا ہے اور وہاں کی دائمی اور حقیقی لازوال نعمتوں کے ساتھ زندگی کی بشارت دی ہے اور یہ فرما کر کہ یہ اللہ پاک کا وعدہ برحق ہے، اس پر اور مہر لگا دی ہے، ان بشارتوں کو سن کر ایمان والے کو ایمان کے مطابق اور شریعتِ مطہرہ کے مطابق اچھے اعمال میں زبردست طریقہ سے لگ جانا چاہیئے کہ اسی میں کامیابی ہے۔

نیز ایک موقعہ پر مزید ایمان اور اعمال صالحہ اختیار کرنیوالوں کے بارے میں فرماتے ہیں: اَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ جَنّٰتُ الْمَأْوٰى نُزُلًا بِمَا كَانُوا يَعْمَلُوْنَ (الآیۃ)

بہرحال وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے اعمال کئے، ان کے لئے ٹھہرنے کے بہترین باغات ومحلات ہوں گے اور وہاں ان کی زبردست طریقہ سے اکرام واعزاز کے ساتھ مہمان نوازی ہوگی، یہ ان کے اچھے اعمال کا بدلہ ہوگا۔

# تیسرا باب

## حرام کاموں اور جرائم سے بچنے کے سلسلہ میں:

جرائم اور حرام کاموں کے ارتکاب سے بندہ اللہ پاک اور دوسرے بندوں کی نظروں میں مجرم بن جاتا ہے اور سب لوگ اس سے نفرت کرنے لگتے ہیں۔

اللہ اور اس کے رسولؐ کی لعنت نیز فرشتوں کی لعنت اور دیگر مخلوقات حتیٰ کہ زمین و آسمان، بہائم وحیوانات بھی اس پر لعنت کرنے لگتے ہیں، دنیا میں بھی اس کو ذلت اٹھانی پڑتی ہے اور آخرت میں شدید عذاب میں اس کو گرفتار ہونا پڑے گا، وہاں کا کم سے کم عذاب بھی بہت خطرناک ہے، جس کے برداشت کرنے کی کسی میں طاقت نہیں ہے، تو بڑے عذاب کو کون برداشت کرسکتا ہے، اس لئے ضروری ہے کہ اس قسم کے کاموں سے احتراز کیا جائے جو عذاب الیم کا مستحق بنادیتے ہیں۔

جرائم کا ارتکاب کرنے کی وجہ سے گذشتہ امتوں کو اللہ پاک نے ہلاک کردیا، ان کی بستیاں پلٹ دی گئیں نیچے کا اوپر اور اوپر کا نیچے کردیا گیا اور ان پر سخت قسم کے پتھر برسائے گئے۔

کبھی بارش، کبھی ہواؤں، کبھی زلزلوں سے ان کو ہلاک کردیا گیا، اس لئے ان واقعات سے عبرت حاصل کرنا چاہئے اور

اپنے حالات کو درست کرنا چاہئے اور سمجھ لینا چاہئے کہ دنیا کی زندگی بہت معمولی اور ختم ہونے والی زندگی ہے، یہاں ہم کو آخرت کی تیاری کے لئے بھیجا گیا ہے، اگر ہم نے تیاری کر لی تو کام بن جائے گا ورنہ نقصان ہی نقصان ہوگا، اب ان جرائم کے سلسلے میں متنبہ کرنا ضروری ہے جو ہمارے معاشرے میں ناسور بن گئے ہیں اور جن کی وجہ سے امن وامان ،چین وسکون ختم ہوگیا ہے اور جن برے اعمال کی وجہ سے برے حاکم غلط لیڈر ہمارے اوپر مسلط ہوگئے ہیں ،جس کی آقاء مدنی نبی پاک ﷺ نے خبر دی تھی اَعْمَالُکُمْ عُمَّالُکُمْ اوراس کواس طرح بھی فرمایا گیا کما تکونون کذلك یؤمر علیکم (مرقات شرح مشکوٰۃ)

فرمایا جیسے تمہارے اعمال ہوں گے ویسے تمہارے اوپر حاکم مسلط ہوں گے،خدا کی پناہ! خدا کی پناہ !جس کا علاج یہی ہے کہ جرائم چھوڑے جائیں اور اللہ پاک کی طرف استغفار وتوبہ کے ساتھ متوجہ ہوا جائے۔

# چوتھا باب

## قتل وغارت گری کا انجام:

آپس میں قتل وغارت گری، مار دھاڑ، چھوٹی چھوٹی باتوں پر ایک دوسرے کے خون کا پیاسہ ہونا، انسانیت، شرافت، مذہبِ اسلام، قرآن وحدیث کے خلاف بہیمانہ عمل ہے اور ایک سنگین جرم ہے۔

یہ ایک ایسا خطرناک جرم ہے کہ جس سے مسلمان کا اسلام، اس کا ایمان جاتا رہتا ہے، بلکہ وہ ظاہراً انسان ہے اور حقیقت میں وہ حیوان، درندہ جانور ہے، جو انسانوں کی قیمتی جان لے کر عذابِ الٰہی کا مستحق بن رہا ہے۔

اے قتل کرنیوالے انسان! اگر تو انسان ہے تو یہ تیری انسانیت کے خلاف ہے، جس طرح تو اپنی جان کو عزیز اور پیاری وقیمتی سمجھتا ہے تو دوسروں کی جان کو کیوں قیمتی اور پیاری نہیں سمجھتا؟ اگر تجھے اپنی زندگی پیاری ہے تو تجھے اپنے بھائی کی زندگی کیونکر پیاری نہیں ہے؟ دشمنی وعداوت کو چھوڑ! صبر وبردباری سے کام لے۔

انسانیت پر آ کر اس کو معاف کردے اور اپنے لئے عذاب جہنم تیار نہ کر، اے قتل کرنے والے انسان! اگر تو مسلمان ہے تو پھر قتل وغارت گری تیرے ایمان کے خلاف ہے، تیرے اسلام کے خلاف ہے، تیرے اللہ کے خلاف ہے، تیرے رسول ﷺ کے خلاف ہے، جب تیرا معبود تیرا پیدا

کرنے والا تجھ سے ناراض ہو جائے گا تو کوئی پارٹی ،کوئی جماعت ،کوئی لیڈر ،کوئی قوم ،کوئی دولت تجھ کو خدا تعالیٰ کے عذاب سے اس کے قہر سے اس کی پکڑ سے نہیں بچا سکتی ،کیا تجھ کو معلوم نہیں ہے کہ قتل کرنے کی سزا کیا ہے ،اللہ پاک نے فرمایا کہ جو شخص کسی ایمان والے کو جان بوجھ کر قتل کرے گا اس کی سزا یہ ہے کہ وہ جہنم میں ہمیشہ رہے گا ،اللہ پاک ارشاد فرما رہے ہیں "ومن یقتل مؤمنا متعمدا فجزائہ جھنم خالداً فیھا"۔

اور رسول مقبول رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مقتول قاتل کی پیشانی پکڑ کر لائیگا اور اللہ پاک کے دربار میں اپنی فریاد پیش کریگا۔

عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال یَجِئُ الْمَقْتُوْلُ بِالْقَاتِلِ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ نَاصِیَتُہُ وَرَأسُہُ بِیَدِہٖ وَاَوْدَاجُہُ تشخب دمًا یقول یارب قتلنی حتی یدنیہ من العرش. (ترمذی)

اس وقت وہ تیرے دوست جو تجھ کو قتل کرنے پر ابھارتے تھے کچھ کام نہ آئیں گے ،نیز اللہ پاک کا ارشاد ہے کہ جو شخص کسی کو قتل کرے گا اگر چہ ایک آدمی کو قتل کیا ہو تو گویا اس نے سارے انسانوں کو قتل کیا ہے، اس قدر عذاب اس پر ہوگا۔

مَنْ قَتَلَ نَفساً بِغَیْرِ نَفْسٍ أوْ فَسَادٍ فِیْ الأرْضِ فَکَأنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِیْعاً وَمَنْ أحْیَا ھَا فَکَأنّمَا أحْیَا النَّا سَ جَمِیْعاً.

عن رسول اللہ ﷺ قال لو أن أهل السماء والأرض اشتركوا فى دمِ مؤمنٍ لأكبهم الله فى النار ”اگر بالفرض تمام آسمان وزمین والے کسی ایک ایمان والے کے قتل کرنے میں شریک ہوں تو اللہ پاک ان سب کو جہنم کی آگ میں اوندھا کر دیں گے،جس میں وہ جل اٹھیں گے“

اگر تو نے ایسا کام کیا ہے تو توبہ کر کہ توبہ کا دروازہ جب تک سورج بجائے مشرق کے مغرب سے طلوع نہ ہو جائے کھلا ہوا ہے، سچی توبہ کرلے کہ توبہ سے انسان پاک وصاف ہو جاتا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ”التائب من الذنب كمن لا ذنب له (الحديث)

توبہ کرنے والا ایسا ہے جیسا کہ اس نے گناہ کیا ہی نہیں، اس لئے جلدی توبہ کرلو موت سے پہلے، کیوں کہ پھر توبہ کا دروازہ بند ہو جائے گا۔

# پانچواں باب

## شراب پینا اور اسکا انجام:

افسوس صد افسوس آج ہمارے معاشرہ میں شراب پینے والے بھی پائے جاتے ہیں، حالانکہ وہ اپنے آپ کو مسلمان کہلاتے ہیں۔

مگر کیا وہ مسلمان ہے؟ جو شراب جیسی ناپاک چیز جس کو شریعت نے حرام و ناپاک قرار دیا ہے اس کو مزہ لے کر پیتا ہے اور اپنے بال بچوں پر ظلم کرتا ہے، اللہ پاک نے تجھ کو عقل و ایمان جیسی دولتوں سے مالا مال فرمایا ہے، جن سے بڑھ کر کوئی دولت نہیں ہے۔

عقل و ایمان ہیں رفیقِ دائمی
آنی جانی اور سب چیزیں ہیں بس

اپنی عقل کی قدر کر! شراب عقل کو خراب کر دیتی ہے، صحت کو برباد کر دیتی ہے، شراب پینے سے آدمی جانور کی طرح ہو جاتا ہے۔

پاکی ناپاکی کا اس کو ہوش نہیں رہتا، یہ کیسی زندگی ہے جو جانوروں جیسی ہے؟، حالانکہ تو تو اشرف المخلوکات ہے، یہ تیرا کیسا ایمان ہے جو توبہ کرنے پر مجبور نہیں کرتا؟ اللہ پاک نے قرآن کریم میں شراب کی حرمت کا اعلان کرتے ہوئے فرمایا ہے:

يٰأَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَ

زلام رِجْسٌ مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۔

بے شک شراب، جوا، بت اور قسمت معلوم کرنے کی تیری یہ سب چیزیں گندی ہیں، شیطان کے کام ہیں ان سے بچو تا کہ تم کامیاب ہو جاؤ، شیطان چاہتا ہے کہ تمہارے درمیان عداوت اور نفرت پیدا کر دے، شراب اور جوا کے ذریعہ وہ تم کو اللہ پاک کی یاد اور نماز سے روک دے، کیا تم باز آ ؤ گے؟۔

اس آیت کریمہ میں اللہ پاک نے شراب ، جوا اور انصاب اور ازلام کو ناپاک شیطانی عمل قرار دیا ہے ، انصاب وہ پتھر ہیں جن کو مشرک لوگ کسی دیوی دیوتا کے نام پر کھڑا کر دیا کرتے تھے اور ان کو پوجتے تھے اور ازلام قسمت معلوم کرنے کے تیر ہوتے تھے، یہ سب خرافات کفر وشرک ہیں، شیطانی حرکات ہیں، ان سب سے پرہیز کرنا ضروری ہے۔

ان چیزوں میں لگ جانے سے یاد الٰہی ، نماز ، اچھے اخلاق سے آدمی دور ہو جاتا ہے اور ان چیزوں سے باہم نفرت ، عداوت پیدا ہو جاتی ہے، جب ہوش آتا ہے پھر روتے پھرتے ہیں مگر اب کیا ہو سکتا ہے، شراب سے مال بھی برباد، عقل بھی برباد۔ عزت بھی ختم ہو جاتی ہے۔

بہت سے لوگ تو شراب میں مبتلا ہو کر گھر بھی فروخت کر دیتے ہیں، اولاد کو ضائع کر دیتے ہیں ان کے حقوق ختم کر دیتے ہیں۔ **العیاذ باللّٰہ**

نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم
نہ ادھر کے رہے نہ ادھر کے رہے

نیز شراب سے شہوت اور بھی زیادہ بڑھ جاتی ہے، جو بسا اوقات عصمت وعزت کو جڑ سے اکھاڑ دیتی ہے اور شراب پینے والے اکثر حرام کاری، زناء اور بے حیائی کرنے لگتے ہیں، بلکہ شراب زنا وبے حیائی، عقل کی خرابی، فسق وفجور، کفر وشرک تک پہنچا دیتی ہے، اسی وجہ سے فرمایا گیا ہے کہ اَلْخَمْرُ جُمَّاعُ الاِثْم یعنی شراب گناہوں کا مجموعہ ہے۔ (الحدیث) نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مَنْ شَرِبَ الْخَمْرَ لَمْ تُقْبَلْ لَهُ صَلٰوةُ اَرْبَعِيْنَ صَبَاحاً. (الحدیث)

کہ شراب پینے والے کی چالیس دن کی نمازیں بھی قبول نہیں ہوتی ہیں اور جو دنیا میں شراب پیئے گا وہ آخرت کی شرابِ طہور سے محروم رہے گا، بلکہ جنت ہی اس پر حرام ہو جائے گی اور جہنم ٹھکانہ بن جائیگا اور جہنم برا ٹھکانہ ہے، وہاں اس کو جہنمیوں کا خون پیپ، بدبودار چیزیں پلائی جائیں گی، نیز فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ شراب پینے سے ایمان جاتا رہتا ہے۔

لَا يَشْرَبُ الْخَمْرَ حِيْنَ يَشْرَبِهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ (الحدیث)

اے شراب پینے والے! اگر تو مسلمان ہے تو جلدی توبہ کر کیونکہ صحابہ کرامؓ نے جب شراب کی حرمت کا اعلان سنا تھا تو فوراً شراب چھوڑ دی تھی اور پانی کی طرح شراب کے مٹکوں کو بہا دیا تھا۔

آخر تو بھی ایمان رکھتا ہے، تجھے بھی مرنا ہے، اگر شراب پینے کی حالت میں موت آگئی تو خاتمہ خراب ہو جائے گا، جہنم میں رہے گا، اللہ پاک سے ڈر کر انجام کی فکر کر، آخرت کا خیال مرنے کا تصور دل میں پیدا کر لے، چند دن کے مزہ کے چکر میں دائمی عذاب کیوں خرید رہا ہے۔

یہ کون سی عقل مندی ہے؟ باز آ ہمت سے کام لے جلدی اللہ پاک کی طرف متوجہ ہو جا، تا کہ صحیح زندگی گذار سکے، یہاں بھی عزت ملے اور آخرت میں بھی عزت پائے اور مرنے کے بعد بھی لوگ اچھا کہیں۔

رسول پاک علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: **لَا تُجَالسوا شارب الخمر ولا تعودوا مرضاهم ولا تشهدوا جنائزهم فان شارب الخمر يجئى يوم القيامة مسودا وجهه ، مد لعا لسانه على صدره يسيل لعابه على بطنه يقذره كل من ر'اه.** (الحديث)

شراب پینے والوں کے پاس نہ بیٹھو اور نہ ان کی عیادت کرو اور نہ ان کے جنازہ میں شریک ہو، کیونکہ شراب پینے والا قیامت میں اس طرح آئے گا کہ اس کا چہرہ سیاہ ہوگا، زبان سینہ پر پڑی ہوگی، لعاب پیٹ پر بہتا ہوگا، جو اس کو دیکھے گا گھن کرے گا، نفرت کریگا، کہ یہ کون منحوس آگیا ہے۔

## جوااورسٹہ بازی:

شراب پینے کے ساتھ اکثر لوگ جوابازی،سٹہ بازی،تاش بازی، کبوتر بازی میں مست رہتے ہیں،ایسے لوگ شیطان ہیں، جوشیطانوں کے پیچھے دوڑتے ہیں، جانور کے پیچھے لگ کراپنی عمر ضائع کرتے ہیں، نہ نماز کی پرواہ اور نہ اخلاق اچھے ،زبان پر گالیاں، منھ بدبودار ، گدھے کی طرح آوازیں نکالتے ہیں اللہ کی پناہ، حالانکہ یہ سب حرام اورممنوع کام ہیں ان سب سے خدا کا عذاب اور غصہ مسلط ہو جاتا ہے اورافسوس کی انتہاء ہو جاتی ہے۔

جب یہ معلوم ہوتا ہے کہ مردوں تک ہی یہ چیزیں محدود نہیں ہیں بلکہ عورتیں بھی سٹہ بازی اور جوابازی میں مبتلا ہیں اور بزرگوں کے مزارات اور قبرستانوں تک کو نہیں بخشا جاتا وہاں بھی یہ حرکتیں کرتے ہیں،ان بزرگوں کی روحیں کس قدر اذیت محسوس کرتی ہوں گی اور بددعاء بھی کرتی ہوں گی؟ پھر خود اپنی بربادی کا رونا روتے ہیں۔

# چھٹا باب

## زنا کاری اور اسکا انجام:

افسوس کی انتہا ہو جاتی ہے جب ہم اپنے معاشرہ میں، اپنی بستیوں میں، اپنے دیار میں، اپنے ملک میں، بلکہ پورے عالم میں کہیں بھی اس قسم کی ذلیل حرکت کے بارے میں سنتے ہیں، جس کے تصور سے زمین وآسمان کانپ اٹھتے ہیں، اللہ پاک کا غصہ بھڑک اٹھتا ہے، زمین، آسمان لعنت کرنے لگتے ہیں، انسان فرشتے اور جملہ مخلوقات اس سے نفرت کرنے لگتے ہیں۔

**العیاذ باللّٰہ الأمان والحفیظ:** یا اللہ ہماری ایسی ذلیل حرکات سے ہمیشہ حفاظت فرما اور نفس وشیطان کے پھندے سے ہمیں نکال دے، نفس وشیطان جب روح میں سرایت کر جاتا ہے تو پہلے اس کو بدنظری میں مبتلا کر دیتا ہے، ہوتے ہوتے اس میں بے حیائی، بے شرمی کا مزاج پیدا ہو جاتا ہے، غلط سوسائٹی، غلط ماحول، عریانی، بے حجابی، آپس میں بے تکلف باتیں کرنا، جیسا آج کل نئی نسل کے نوجوان لڑکے اور لڑکیوں میں اس کا رواج بالکل عام ہوتا جا رہا ہے، بہت ہی خطرناک ہے، اور اس سے زائد خطرناک ماں باپ کا اور ان کے بڑوں کا اپنے بچوں کے بارے میں حسن ظنِ رکھنا ہے کہ وہ ایسا کہاں کر سکتے ہیں، یہ سب جہالت اور قرآن وحدیث سے ناواقفیت اور مغربی تہذیب سے متاثر ہو کر یہ باتیں

پیدا ہوتی ہیں۔

اس قسم کے اسباب آج ہمارے گھروں میں داخل ہو گئے ہیں، جن سے ہر جرم ترقی کر رہا ہے، ان میں سر فہرست ٹی وی، وی سی آر اور آج کل موبائل فون تو مکمل فحاشی کا آلہ تمام تر خرابیاں پیدا کر رہا ہے، افسوس کا مقام ہے کہ موبائل فون میں نئی نئی فلموں کی قیمتاً ڈاؤن لوڈنگ کراتے رہتے ہیں جس میں صراحتاً اسراف وفضول خرچی ہے، جبکہ فضول خرچی واسراف سے تاکیداً منع کیا گیا، اللہ پاک ارشاد فرماتے ہیں: **ولا تسرفوا انه لا يحب المسرفين** اسراف نہ کرو اللہ پاک اسراف کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتے اور ایک جگہ پر فرمایا: **ان المبذرين كانوا اخوان الشياطين** اور ایسے ہی فلم، ناچ گانے کے مناظر ہیں، چاہے وہ تصویروں میں ہوں اور چاہے وہ غلط ناولوں میں ہوں، یا غلط لوگوں کے پاس بیٹھنے کی شکل میں، یا بازاروں میں اختلاط کی وجہ سے، الغرض CD.VCR.TV. ریڈیو اور غلط تصویروں پر مشتمل ناول، اخبارات رسالے یہ سب اس جرم کے اسباب ہیں جن میں معاشرہ مبتلا ہے، بلکہ شیطانوں کی ایک بڑی پارٹی اس بے حیائی، بے غیرتی، بے شرمی کو ترقی دینے میں جان توڑ کوشش کر رہی ہے۔

امریکہ، برطانیہ، ہندوستان اس معاملہ میں بہت آگے جا چکے ہیں اور ان کے اثرات سے وہ دیار بھی محفوظ نہیں رہے جہاں قرآن کریم کا قانون نافذ ہے، بظاہر قانونِ قرآن نافذ ہے مگر اندرخانہ امریکہ، برطانیہ کی حکمرانی ہے، کیونکہ انہوں نے شیطانی آلات کا جال بچھا دیا ہے۔

کاش قرآن کریم کا قانون صحیح طور پر نافذ ہو جاتا تو ان سب خرافات سے وہ ارض طاہرہ حقیقت میں پاک ہو جاتی۔

انہی اسباب میں جن سے یہ گناہ عظیم بڑھ رہا ہے شادی و نکاح کرنے میں دیر کرنا بھی ہے، بہت سے خاندانوں میں یہ مرض چلا آرہا ہے وہ نکاح کرنے میں اس قدر تاخیر کر دیتے ہیں جس سے نوجوانوں کے مزاج پر غلط اثر واقع ہوتا ہے اور وہ برائیوں کی طرف مائل ہو جاتے ہیں، جب کہ اسلام نے نکاح میں عجلت وجلدی کرنے کی طرف رغبت دی ہے، فرمایا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس شخص کی بیٹی ۱۲ سال کی عمر کو پہنچ جائے اور وہ اس کی شادی نہ کرے جس کی وجہ سے اس سے کوئی گناہ سرزد ہو جائے تو اس کا گناہ اس کے ماں باپ پر بھی ہوگا۔

**عن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ عن رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم قال مکتوب فی التوراة من بلغت له ابنته ثنتی عشرة سنة فلم یزوجها فرکبت اثما فاثم ذلك علیه . الحدیث. (ترمذی)**

بعض دیار میں لڑکیوں میں بلوغ جلدی ہو جاتا ہے تو ماں باپ کو اس کا خیال کرنا بھی ضروری ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیٹی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح بلوغ کے فوراً بعد ہی کر دیا تھا اور اسی کی ترغیب دی ہے فرمایا کہ تین چیزوں میں تاخیر مت کرنا۔

(۱) نماز میں جب اس کا وقت ہو جائے۔

(۲) جب جنازہ حاضر ہو جائے تو تجہیز و تکفین، نماز و تدفین میں

جلدی کرنی چاہیے۔

(۳)اور بے نکاح لڑکی جب اس کا جوڑ مل جائے۔

اس پر عمل کرنے سے یہ خبیث مرض ختم ہوسکتا ہے۔

**قال رسول الله صلى الله عليه وسلم يا على ثلث لا تؤخرها (١)الصلوٰة اذا اٰنت (٢)والجنازة اذا حضرت (٣)والايم اذا وجدت لها كفواً. (الحديث)**

زنا ایسی حرام چیز ہے کہ تمام مذاہب وادیان تمام ممالک واقوام میں اس کو حرام وممنوع اور معیوب سمجھا گیا ہے کبھی کسی مذہب کسی قوم میں زنا اچھا کام نہیں سمجھا گیا ہے چاہے جہالت کی وجہ سے وہ یہ کام کرتے ہوں یہ الگ بات ہے۔

اللہ رب العزت والجلال ارشاد فرماتے ہیں:**ولا تقربوا الزنى انه كان فاحشة ومقتاً وساء سبيلاً. (الآية)**

زنا کے قریب بھی نہ جانا کہ وہ بے حیائی اور اللہ پاک کی ناراضگی کا راستہ ہے زنا سے شہوت میں کبھی تسکین نہیں ہوتی بلکہ یہ آگ بڑھتی رہتی ہے اور جہنم کی آگ میں پہنچا کر دم لیتی ہے زنا سے آدمی ذلیل وخوار ہو جاتا ہے پوری قوم کی نظر میں گر جاتا ہے اور اس کے رزق میں بھی تنگی ہو جاتی ہے اس کی عزت خاک میں مل جاتی ہے اس کی نسل خراب ہو جاتی ہے اور فسادِ عام پھیل جاتا ہے، زنا کا سد باب نکاح ہے اس لئے اسلام نے نکاح کو عام کر دیا ہے بلکہ جب حرام کاری میں ملوث ہو جانے کا اندیشہ پیدا ہو جائے تو نکاح واجب وفرض بھی ہو جاتا ہے،وعند التوقان واجب.

**قال رسول اللہ ﷺ یا معشر الشباب من استطاع منکم البائة فلیتزوج فانه أغض للبصر وأحصن للفرج ومن لم یستطع فعلیه بالصوم فانه له وجاء . (الحدیث)**

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اے نوجوانوں کے گروہ جوتم میں سے نکاح اور اس کے اخراجات (روٹی کپڑا اور مکان) کی استطاعت رکھتا ہو تو اس کو فوراً نکاح کر لینا چاہیے، اسلئے کہ نکاح سے نگاہ پست ہوتی ہے اور شرمگاہ کی حفاظت ہوتی ہے اور جس کو استطاعت نہ ہو تو وہ روزہ رکھا کرے اس سے اس کی قوۃ شہوانیہ کم ہو جائیگی۔

اگر ایک نکاح کے باوجود بھی تسکین نہ ہو تو دوسرا نکاح کر لینے میں بھی مضائقہ نہیں ہے اگر اس سے بھی تسکین نہ ہو تو تیسرا بلکہ چوتھا نکاح بھی کر سکتا ہے اس میں شرعاً کوئی عیب نہیں ہے اور جو اس کو معیوب سمجھے اس کو اپنے ایمان کی خیر منانے کی ضرورت ہے کیونکہ اللہ پاک کی دی ہوئی رخصت اور مصلحت کو حرام یا معیوب سمجھتا ہے ہاں مگر متعدد نکاح کرنے کے لئے جسمانی قوت اور اقتصادی حالت کا بہتر ہونا اور عدل وانصاف قائم کرنا ضروری ہے ورنہ سخت گناہ میں مبتلا ہو جائے گا اور فساد برپا ہو جائے گا کیونکہ حقوق العباد میں نقصان عظیم واقع ہوگا، اس وجہ سے اکثر حضرات منع کرتے ہیں، کیونکہ عموماً لوگ عدل وانصاف نہیں کر پاتے ہیں جس پر وعید ہے، اس طرح قیامت کے دن آئے گا کہ اس کی ایک جانب مفلوج ہوگی۔

**عن أبی هریرةؓ عن النبی صلی اللہ علیه وسلم قال :اذا**

كانت عند الرجل امرأتان فلم يعدل بينهما جاء يوم القيامة وشقه ساقط. (الحديث) ترمذی

متعدد نکاح کرنا اگر معیوب ہوتا تو نہ انبیاءؑ کرتے نہ سب انبیاءؑ کے سردار نبی آخر الزماں محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کرتے اور نہ صحابہ کرامؓ کرتے اور نہ تابعین کرتے اور نہ بڑے بڑے محدثین اور اولیاء کرتے وہ سب ہم سے زائد حیا اور تقویٰ شعار اور خوف خدا رکھنے والے تھے، اللہ پاک ان کے درجات بلند فرمائیں ہمارے لئے ان کے کاموں میں بہترین اسوہ موجود ہے اور ان خبیث لوگوں کو اسوہ کیسے بنایا جاسکتا ہے جنکی نظر میں دوسرا نکاح حرام کا درجہ رکھتا ہے اور زنا کاری ان کا فیشن ہو چکا ہے اور اس میں شراب اور سور کے گوشت کو بہت بڑا دخل ہے کہ ان دونوں چیزوں سے بے حیائی اور زنا کا دروازہ کھلتا ہے اور یہ سب اسلام کی نظر میں سخت حرام اور ممنوع ہیں زنا کاری سے ایمان خطرہ میں پڑ جاتا ہے۔

قال رسول اللّٰہ صلى الله عليه وسلم لا يزني الزاني حين يزني وهو مؤمن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ زنا کار کا ایمان زنا کی حالت میں چلا جاتا ہے وہ اس وقت مؤمن نہیں رہتا، بلکہ بعض روایات میں ہے کہ ایمان سائبان کی طرح ہوجاتا ہے جب وہ توبہ کرلیتا ہے تو لوٹ جاتا ہے، یہ کار خبیث اس قدر بڑا اجرم ہے کہ اس کی سزا اسلام میں بہت سخت ہے، اگر شادی شدہ ہے تو اس کی سزا پتھروں سے ہلاک کر دینا ہے اور اگر شادی شدہ نہ ہو تو ۱۰۰ کوڑے لگائے جانے کا حکم ہے، ایک جگہ باری تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جو زنا

کاری میں مبتلا ہوگا آخرت میں اسکو ڈبل عذاب دیا جائیگا اور وہ جہنم میں ہمیشہ ہمیش رہیگا۔

يُضَاعفْ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَيَخْلُدْ فِيْهِ مُهَاناً اِلَّا مَنْ تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ عَمَلاً صَالِحاً فَاُولٰئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنَات ہ (سورۂ فرقان)

ہاں مگر جو توبہ کرے گا اور ایمان اور عمل صالح والا راستہ اختیار کر لے گا تو ایسوں کے گناہ اللہ پاک نیکیوں سے بدل دیں گے چنانچہ بعض صحابہ کرامؓ سے بتقاضائے بشریت جب یہ گناہ صادر ہو گیا تو ان حضرات نے اس قدر مضبوط وصحیح توبہ فرمائی کہ ان کا درجہ اور بلند ہو گیا اور جن لوگوں نے ان کے بارے میں برے کلمات کہے ان کو اس سے روکا گیا اور انکے مقام سے آگاہ کیا گیا ان سب واقعات میں بڑی عبرت ہے۔

# ساتواں باب

## سرقہ وڈاکہ زنی کا انجام:

آج ہمارے معاشرہ میں چوری کرنے اورڈاکہ ڈالنے والوں کی تعداد بھی بڑھتی جارہی ہے، حالانکہ چوری کرنا سخت گناہ ہے عقلاً، اخلاقاًاور شرعاً بھی گناہ ہے اور اس کی سزا بھی سخت ہے ،ایک جگہ اللہ پاک نے فرمایا کہ چوری کرنے والا مرد ہویا عورت ہوان دونوں کے ہاتھ کاٹ ڈالو یہ ان کے جرم کی سزا ہے۔

وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْا أَيْدِيَهُمَا جَزَآءً بِمَا كَسَبَا نَكَالاً مِنَ اللهِ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ (الآية)

چوری کرنیوالےکوسوچنا چاہیے کہ اگر دوسرا کوئی اسکا مال چوری کرلے توکس قدر تکلیف ہوگی اور یہ ہرگز اس کو پسندنہیں کریگا تو دوسرے کے مال پر غلط نظر کیوں رکھتا ہے اس کو حلال طریقہ سے کمانا چاہیئے اور حلال کمانا باعث برکت بھی ہے اور باعث ثواب بھی ہے بلکہ جہاد کے برابر ثواب ہے۔

حضرت فاروق اعظمؓ فرماتے ہیں: کہ میں اپنے اہل وعیال کے لئے محنت سے کمائی کروں یہ مجھے جہاد میں جانے اورمرنے سے زیادہ اچھا لگتا ہے امام محمد نے کتاب الکسب میں یہ قول ذکر فرمایا ہے۔

انبیاء علیہم السلام نے بھی جائز پیشے اختیار فرمائے، تجارت ،

زراعت ،صنعت وغیرہ اور اکتسابِ مال کے لئے محنت فرمائی ہے اور اس کی ترغیب بھی دی ہے، مال جب جائز راستہ سے کمایا جاسکتا ہے تو یہ حرام طریقہ کیوں اختیار کرتا ہے جس سے دنیا اور آخرت دونوں برباد ہو جاتی ہیں اور دل کا سکون کبھی میسر نہیں آسکتا ہے، کیونکہ دوسروں کی بد دعا لے کر سکون کس کو اور کس طرح مل سکتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کسی مسلمان بھائی کا مال حلال نہیں ہے جب تک وہ خوش دلی سے نہ دیدے۔

**قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم اَلَا لَا تُظْلِمُوا اَلَا لَا یَحِلُّ مَال اِمْرَیٍ اِلَّا بِطِیْبِ نَفسِ مِنْہ.( الحدیث)**

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مظلوم کی بدعاء سے بچو اس کی بدعا اللہ پاک کے یہاں قبول ہونے میں کوئی حجاب ورکاوٹ نہیں رہتی ہے۔

**قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم اتقوا دعوۃ المظلوم فانھا لیس بینھا وبین اللّٰہ حجاب.( الحدیث)**

جس کا مال چوری ہوتا ہے وہ مظلوم ہو جاتا ہے اور ہر وقت بدعاء کرتا رہتا ہے اگر تیرے پاس مال کم ہے تو زیادہ کی صحیح طریقہ سے کوشش کر اور قناعت سے کام لے کہ قناعت سے بڑھکر کوئی خزانہ نہیں ہے'' اور قناعت اللہ پاک کے یہاں پسندیدہ عمل ہے'' قناعت اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم

کو پسند تھی، اولیاء اللہ کا شعار تھا۔

انکے واقعات سے سبق حاصل کرو جو پہلے بڑے بڑے جرائم میں مبتلاء تھے اور ان کو کبھی سکون حاصل نہیں ہوتا تھا، جب انہوں نے توبہ کر لی تو ان کی عزت اور بڑھ گئی اور وہ اچھے انسانوں میں شمار ہو گئے۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا اعلان ہے کہ ایسے لوگ جو علانیہ یہ کام کرتے ہیں اللہ پاک کے دشمن ہیں ان کی سزا یہ ہے کہ ان کو قتل کر دیا جائے پھانسی پر لٹکا دیا جائے اور ان کے پیر کاٹ کر مفلوج بنا دیا جائے تاکہ ایسے لوگ پڑے پڑے مر جائیں اور مخلوق خدا کو اطمینان حاصل ہو یہ فسادیوں اور غنڈے لوگوں کی سزا ہے۔

اَلَّذِیْنَ یُحَارِبُوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ وَیَسْعَوْنَ فِی الْأَرْضِ فَسَاداً أَنْ یُقَتَّلُوْا أَوْ یُصَلَّبُوْا أَوْ تُقَطَّعَ أَیْدِیْھِمْ وَأَرْجُلُھُمْ مِنْ خِلَافٍ أَوْ یُنْفَوْا مِنَ الأَرْضِ ذٰلِكَ لَھُمْ خِزْیٌ فِی الدُّنْیَا وَلَھُمْ فِی الآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِیْمٌ.

”ان کی سزا جو اللہ تعالیٰ سے اور اس کے رسول سے لڑیں اور زمین میں فساد کرتے پھریں یہی ہیکہ وہ قتل کر دیئے جائیں یا سولی چڑھا دیئے جائیں یا مخالف جانب سے ان کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیئے جائیں یا انہیں جلاوطن کر دیا جائے، یہ تو ہوئی ان کی دنیوی ذلت ورسوائی اور آخرت میں ان کے لئے بڑا بھاری عذاب ہے“۔

کس قدر سخت سزا ہے اور ایسے لوگ ہمیشہ اللہ پاک کے غضب اور غصہ میں رہتے ہیں اور یہ لوگ ہیں کہ اس کی گرفت سے بے خوف ہو جاتے ہیں حالانکہ یہ صرف ڈھیل ہوتی ہے اور آخر کار ان پر خدا کا غضب خدا کا قہر، خدا کا غصہ آ کر رہتا ہے یہ بچ کر نہیں جا سکتے۔

اے چوری کرنے والے اگر تیرے دل میں ایمان کا کچھ حصہ ہے تو اس کام سے توبہ کر لے مخلوق خدا کی بد دعائیں مت لے۔

اے ڈاکہ ڈالنے والے اگر تیرے اندر ایمان کا کوئی حصہ ہے تو پھر اللہ پاک سے توبہ کیوں نہیں کر لیتا۔

اے اللہ کے بندے اچھے بندوں میں اپنا نام لکھوا اور ایسے دوستوں سے دور ہو جا وہ دوست سانپ اور اژدھے سے زیادہ خطرناک ہے جو تجھ کو بُرے خیالات اور برے کاموں کی طرف لے جا رہا ہے، کیونکہ اس سے ایمان کا خطرہ ہو سکتا ہے۔

یار بد، بدتر بود از مار بد
حق ذاتِ پاک اللہ الصمد

یار بد، آرد ترا سوائے جحیم
یار نیکو گیر تا یابی نعیم

# آٹھواں باب

## سودخوری اور اسکا انجام:

ہمارے لوگوں میں سودی کاروبار، سودی لین دین بھی عام ہوتا جارہا ہے، کتنے لوگ تو ایسے ہیں جو اس کو حلال سمجھتے ہیں حالانکہ نصوص قطعیہ آیات واحادیث میں اس کی حرمت صاف طور پر بیان فرمائی گئی ہے اور ان نصوص میں ''دار الاسلام ، دار الحرب ،دار الکفر'' کی تفصیل کے بغیر حرمت کا اعلان ہے اور جن بعض روایات سے دارالحرب میں سودی کاروبار کی اجازت معلوم ہوتی ہے ان میں علماء نے کلام فرمایا ہے اور ان کو مرجوح قرار دیا ہے۔

اور بعض لوگ حرام سمجھتے ہوئے اس کاروبار میں مبتلا ہیں اور بعض ایسے بھی ہیں جن کو سود لینے کا اس قدر مزہ پڑ گیا ہے کہ وہ اپنے غریب مسلمان بھائیوں کو بھی سود کے بغیر قرض دینا گوارہ نہیں کرتے۔

یہ کس قدر بے رحمی کی بات ہے حالانکہ سود کی مذمت میں اس قدر سخت وعید وادر ہوئی ہے کہ اس سے زائد کا تصور ممکن نہیں ہے۔

امام اعظم ابوحنیفہؒ نے فرمایا: کہ وہ جہنم کی آگ جو اللہ پاک نے کفار کے لئے تیار کی ہے اس کی سود کھانے والوں کی دھمکی دی ہے چاہے وہ مسلمان ہی کیوں نہ ہوں اور ان کے ساتھ اللہ کا اعلان جنگ ہے اور ساتھ

ساتھ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی جنگ کا اعلان کیا ہے، کون مسلمان ہے جو جنگ کا تصور کر سکتا ہے کیونکہ وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت وعشق میں جان فدا کرتا ہے اور ان کی اطاعت تو اس کا مقتضیٰ ایمان ہے، جس کے بغیر اسکی زندگی نامکمل ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سود کا کم از کم درجہ اپنی والدہ سے زنا کے برابر ہے، اس قدر سخت بات سننے اور جاننے کے بعد بھی مسلمان سود لینے پر کیسے اقدام کرتا ہے اللہ کی پناہ اللہ کی پناہ۔

**عن أبی هريرة رضی اللّٰه عنه قال قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه عليه وسلم اتيت ليلة اسری بی علی قوم بطونهم كالبيوت فيها الحيات نری من خارج بطونهم فقلت من هٰؤلاء يا جبرائيل قال هٰؤلاء اكل الربا. (الحديث)**

حضرت ابو ہریرہؓ نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں شب معراج میں ایسے لوگوں کے پاس سے گذرا جن کے پیٹ ایسے گھروں کی طرح تھے جن میں سانپ پلتے ہیں جو اوپر سے نظر آرہے تھے میں نے معلوم کیا کہ کون ہیں؟ بتایا گیا کہ یہ سود کھانے والے لوگ ہیں۔

قساوتِ قلبی اور بداخلاقی کی انتہا ہوگئی کہ مسلمان ایک دوسرے مسلمان سے بھی سود کا معاملہ کرنے لگے ہیں حتیٰ کہ قرض بلاسود دینا لینا بھی بہت کم ہوگیا ہے اور سیکڑے پر قرض کا رواج بکثرت ہوتا جارہا ہے

جس کی حرمت منصوص ہے۔

**عن ابی مسعودؓ ما ظهر فی قوم الربا والزنا الا احلوا بانفسهم عقاب اللّٰه. ( الحديث)**

ابن مسعودؓ سے منقول ہے کہ جس قوم میں سود اور زنا کاری عام ہوجاتی ہے ان پر اللہ کا عذاب اترتا ہے۔

**عن أبی هريرةؓ :اذا أراد اللّٰه بقرية هلاكاً أظهر فيهم الربا . ( الحديث)**

ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جب اللہ پاک کسی بستی کو ہلاک کرنا چاہتے ہیں تو ان میں سود کا رواج عام ہوجاتا ہے۔

**عن أبی هريرةؓ :قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم الربا سبعون حوبا أيسرها أن ينكح الرجل أمه.( الحديث)**

نیز آپؐ نے فرمایا کہ سود کے ستر گناہ ہیں جن میں کم سے کم درجہ اپنی ماں سے زناء کے برابر ہے العیاذ باللہ حضرت ابن مسعود اور حضرت ابوہریرہؓ نے یہ باتیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی تھیں ( کنز العمال )۔

# نواں باب

## اپنے اختلافی معاملہ کو آپس میں حل کر لینا چاہیے:

مسلمانوں کی بربادی اور تباہی کی چیزوں میں ان کے اختلافات باہمی کو بہت بڑا دخل ہے اس اختلاف میں گھریلو اختلافات زوجین کے یا بھائیوں کے یا رشتہ داروں کے یا انجمنوں کے یا اداروں کے سبھی اختلافات شامل ہیں ان اختلافات کے نتیجہ میں آج کل عدالتوں اور کچہریوں میں مسلمان مرد عورتوں کی تعداد بہت زیادہ ہوگئی ہے، جس کی وجہ سے ان کی عزت، ان کا قیمتی وقت، ان کا قیمتی مال، ان کی جان، سب کا زبردست نقصان ہو رہا ہے۔

مگر ہر فریق ہٹ دھرمی، ضد عناد و دشمنی کا مظاہرہ کرنے میں فخر محسوس کرتا ہے معاملہ ختم کرنے کے لئے جھکنا حرام سمجھتا ہے یہ سب شیطانی حرکت ہے، قرآن کریم اختلافات نزاعی معاملات میں یہ حکم دیتا ہے، قرآن پاک کی طرف رجوع کرو اللہ پاک کے فیصلہ پر راضی رہو، وَمَنْ لَمْ یَحْکُمْ بِمَآ أَنْزَلَ اللّٰہ فَأُولآئکَ هُمُ الْفَاسِقُوْنَ . (الآیۃ)

جو اللہ پاک کے نازل کردہ قانون کے مطابق فیصلہ نہ کرے بلکہ دوسرا فیصلہ تلاش کرے اور اس کو اختیار کرے اس کا ایمان خطرہ میں پڑ جائے گا اور ایسے لوگ فاسق و گنہگار رہوں گے، قرآن کریم کے بعد دوسرا مرجع حدیث پاک ہے، اپنے نزاعی معاملات کو حدیث پاک سے حل کروا گر مسئلہ

قرآن پاک سے حل نہ ہو۔

اللہ پاک فرماتے ہیں فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتّٰى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا. (الآية)

خدا کی قسم یہ لوگ ہرگز ایمان کامل والے نہیں ہوسکتے ہیں جب تک اپنے اختلافی معاملات میں آپ کو حاکم وفیصلہ کرنے والے نہ بنائیں اور پھر آپ کے فیصلہ پر اپنے دل میں کوئی تنگی محسوس نہ کریں اور دل وجان سے تسلیم کریں ،قرآن وحدیث کا فیصلہ براہ راست معلوم ہونا مشکل ہے، کیوں کہ عموماً ہم اس قدر علم نہیں رکھتے ہیں جو اپنے معاملات کا حل خود نکالیں۔

لہذا علماء وقت سے اپنے معاملات میں رجوع کرنا لازم ہوجاتا ہے کیونکہ علماء اللہ کے قانون کے ترجمان ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نائب وخلیفہ ہیں ان کا فیصلہ قرآن وحدیث کی روشنی میں ہوگا، پھر اس فیصلہ پر راضی رہنا ضروری ہے تب ہی ایمان کامل ہوگا۔

بالفرض اگر وہ فیصلہ ہمارے خلاف بھی ہو تب بھی عدالت وکورٹ میں جا کر وقت،عزت، جان ومال برباد ہونے سے تو حفاظت ہوگی اور اس کا عوض انشاءاللہ آخرت میں بھی حاصل ہوگا۔

# دسواں باب

## مسلمان کو کیسا ہونا چاہیے؟

مسلمان کو کیسا ہونا چاہیے؟ اسکا جواب یہ ہے کہ مسلمان کو مضبوط عقیدہ والا بہترین کردار کا نمونہ ہونا چاہیے، اسکے اخلاق عمدہ ہوں، اس کے اعمال اچھے ہوں، حقوق اللہ، نماز، روزہ، عبادت سے شغف رکھتا ہو، کوئی بھی حال ہو نماز سے غافل نہ رہتا ہو، زکوٰۃ ادا کرتا ہو، روزہ رکھنے والا ہو، حج کرے اور تمام ہی ارکان اسلام کو ادا کرنے والا ہو، حقوق اللہ کے ساتھ حقوق العباد کو صحیح جانتا ہو، اور ان کو صحیح صحیح ادا کرتا ہو، کیونکہ دین حقوق اللہ اور حقوق العباد کے مجموعہ کا نام ہے۔

اس کی زندگی میں ایمان واسلام کا نور ہو، وہ سب کے لئے رحمت ہو، اپنوں کے ساتھ کریم اور نرم اخلاق اور غیروں کے مقابلہ میں شجاع اور شیر ہو، حضرات صحابۂ کرامؓ کے سلسلہ میں اللہ پاک نے ارشاد فرمایا أَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرَاهُمْ رُكَّعاً سُجَّداً يَّبْتَغُوْنَ فَضْلاً مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَاناً. (الآية)

کافروں پر سخت ہیں آپس میں رحم دل تو ان کو دیکھے گا کہ رکوع اور سجدے کر رہے ہیں اور اللہ کے فضل ورضامندی کی تلاش میں ہیں۔

لہذا مسلمان کو اللہ پاک کے فضل کی تلاش میں مشغول رہنے والا ہونا چاہیئے ، اے مسلمان ! اپنے آباء واجداد کے حالات پڑھ اور غفلت سے بیدار ہو، اپنے اندر جذبہ ایثار وجوانمردی پیدا کر۔

آج تو اپنوں کے مقابلہ میں شیر بن گیا ہے اور دوسروں کے مقابلہ میں بلی کی طرح ہو گیا ہے، حالانکہ تجھ کو اس کا برعکس ہونا چاہیئے تھا، بزدلی مسلمان کا شیوہ نہیں ہے۔

وہ خدا کا شیر ہے ساری مخلوق اس سے ڈرنے والی ہے، خدا کے لئے اپنا طریقہ بدل دے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ اور اپنے اسلاف وصالحین کے نشانات قدم پر چل پھر دیکھ دنیا بھی تیری ہے اور عقبیٰ بھی تیری ہے، آخر وہ کیا طاقت تھی کہ صحابہ کرامؓ نے جس کی وجہ سے قیصر وکسریٰ کی حکومتوں کو جھکا دیا تھا، رستم جیسے پہلوان ان کے قدموں میں آ کر گرے تھے، تو بھی انہیں حضرات کا نام لیوا ہے ان سے محبت کا دم بھرتا ہے، مگر تیرے اندر ان کے اوصاف کا دسواں حصہ بھی موجود نہیں ہے۔

تھے تو وہ آبا تمہارے ہی مگر تم کیا ہو
ہاتھ پر ہاتھ دھرے منتظر فردا ہو

جب مسلمان متحد تھے اس وقت ان کی قیمت وطاقت کو سارا زمانہ جانتا اور مانتا تھا اور جب آپس میں تقسیم ہو گئے تو سارے عالم کے سامنے

ذلیل ہو گئے۔ آپس میں اتحاد و اتفاق قائم کرو اللہ پاک فرماتے ہیں۔

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعاً وَلَا تَفَرَّقُوْا وَاذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ أَعْدَآءً فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَأَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖ اِخْوَاناً وَكُنْتُم عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِنَ النَّارِ فَأَنْقَذَكُمْ مِنْهَا كَذَالِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ آيَاتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ۔

اور تم سب اللہ پاک کی رسی کو مضبوطی کے ساتھ پکڑ لو اور آپس میں تفرقہ بازی مت کرو اور اپنے اوپر اللہ عزوجل کی نعمت کو یاد کرو جسوقت کہ تم آپس میں دشمن تھے تو اللہ پاک نے تمھارے درمیان الفت و محبت ڈالدی تو پھر تم سب کے سب اللہ کے فضل خاص سے بھائی بھائی گئے حالانکہ تم جہنم کے کنارے پر پہونچ گئے تھے تو اللہ پاک نے اپنے فضل و کرم سے تمھیں وہاں سے نکالا، ایسے ہی اللہ تبارک و تعالیٰ تمہارے سامنے اپنی نشانیاں بیان کرتا ہے تاکہ تم راہ یاب ہو جاؤ، لہذا اپنے اختلافات و نزاعات کو بھلا کر باہم بھائی بھائی بن جاؤ۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "لا تحاسدوا ولا تباغضوا وکونوا عباد الله اخواناً" (الحدیث)

خیر اب بھی کچھ نہیں بگڑا، جلدی سنبھل جاؤ دیکھو یہ یہود و نصاریٰ مسلمانوں کو لقمہ تر سمجھتے ہیں اور مسلمانوں کے خلاف سب ایک ہیں، پھر بھی

ہمارے اندر آپس میں اتحاد و اتفاق کیوں پیدا نہیں ہوتا؟ جس طرح الکفر ملة واحدة ہے اسی طرح الاسلام ملة واحدة ہونا چاہیے۔

قرآن کریم میں اللہ پاک نے صاف طور پر فرمادیا ہے کہ تمام مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں، رنگ و نسل، ذات برادری، وطن کے سارے اختلافات کو اسلام نے ختم کر دیا تھا اور اعلان کر دیا تھا وَجَعَلْنٰکُمْ شُعُوْباً وَّقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقَاکُمْ .(الآیة)

اور ہم نے تم کو خاندانوں اور برادریوں میں جو بانٹا ہے وہ تعارف کے لئے اور تم میں اللہ پاک کو پسند وہ ہے جو متقی ہے، یہ تقسیم تکبر اور بڑائی کے لئے نہیں ہے بلکہ تعارف کے لئے ہے اور اس نے تمہارے قلوب میں الفت پیدا کر دی اور تم اس کی رحمت سے آپس میں بھائی بھائی ہو گئے۔

اتحاد و اتفاق کے بغیر مسلم قوم کسی طرح کامیاب نہیں ہو سکتی۔

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کیلئے
نیل کے ساحل سے لیکر تابخاکِ شغر

# گیارہواں باب

## طلاق اور اسکی خرابیاں:

معاشرہ میں آج کل طلاق کا مرض بھی عام ہوتا جارہا ہے۔ جس کی وجہ سے خاندانوں میں بگاڑ مقدمہ بازیاں، رشوت، جیل خانہ جانا، یعنی جان ومال کی بربادی، بے عزتی، اولاد کے حقوق کا ضیاع یہ سب باتیں ظہور میں آرہی ہیں۔

حالانکہ طلاق اسلام کی نظر میں بہت بری چیز ہے اللہ پاک کو جوڑ پسند ہے نکاح میں جوڑ سے اللہ پاک خوش ہوتے ہیں اور طلاق سے عرش الٰہی غضب اور غصہ کی وجہ سے حرکت کرنے لگتا ہے تمام مباح چیزوں میں سب سے زیادہ طلاق اللہ پاک کو ناپسندیدہ ہے۔

**قال رسول الله صلى الله عليه وسلم أبغض المباحات عند اللّٰه الطلاق. (الحديث)**

طلاق سے شیطان بہت خوش ہوتا ہے کہ اب اس کو دونوں (زوجین) اور ان کے خاندان و متعلقین کو دین سے دور کرنے کا بہت بڑا ہتھیار ہاتھ لگ جاتا ہے۔

طلاق کی بڑی وجہ شوہر کی جلد بازی، بے صبری ہے بات بات پر غصہ کرنا جیسا کہ آج کل نوجوانوں کی عادت بن گئی ہے اور بہت

سے نوجوان شراب و نشے کے عادی ہو گئے ہیں، حالانکہ شراب حرام ہے اس کا نقصان یہ ہوا کہ بیوی اولاد ہاتھ سے چلی جاتی ہے۔

یاد رکھو شراب پینے کی حالت میں طلاق واقع ہو جاتی ہے، بلکہ یہ ڈبل جرم ہے ایک تو شراب کا ''گناہ'' دوسرے طلاق کا، دوسری طرف عورتوں میں بے راہ روی، بے حیائی پیدا ہو رہی ہے اور بعض بعض عورتیں اپنے شوہر کے علاوہ دوسرے لڑکوں سے اس طرح بے تکلف باتیں کرتی ہیں، جن کو دیکھ کر ایک غیور شوہر غیظ و غضب میں آجاتا ہے اور وہ اس طرح کا غلط اقدام کر بیٹھتا ہے۔

عموماً عورتوں میں اپنے شوہروں کی ناقدری اور ان کے ساتھ زبان درازی کا مرض عام ہو گیا ہے حالانکہ اسلام میں شوہر کا بہت زیادہ حق ہے، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر میں کسی کو سجدہ کا حکم دیتا تو عورتوں کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے، مگر آج عورت شوہر کی اطاعت، اس کی خدمت، اس کے ساتھ محبت سے آزاد ہونا چاہتی ہے۔

عن أبی هریرةؓ قال قال: رسول اللهﷺ لو کنت امر احداً أن یسجد لأحدلأمرت المرأة أن تسجد لزوجها. (الحدیث)

اگر تو شوہر کی اطاعت، خدمت محبت سے آزاد ہوگی تو شیطان

تجھے اپنی اطاعت، اپنی خدمت، اپنی محبت میں مبتلا کردے گا، اس وقت تیری دنیا بھی خراب اور تیری عقبیٰ بھی برباد ہو جائے گی، عموماً عورتوں مردوں میں جہالت اور تعلیم سے دوری ہوتا جارہی ہے، جس کے نتیجہ میں خرابیاں اور فسادات بڑھتے جارہے ہیں۔

خدا کے لئے اچھی سوچ پیدا کیجئے اور نباہ صبر و تحمل عفو و درگذر سے کام لیجئے، شوہر صاحب اگر عورت تیری خدمت نہیں کرتی ہے تو تُو معاف کردے، ہوسکتا ہے کہ تو اس کو ناگوار سمجھتا ہو اور اس میں اللہ پاک نے تیرے لئے خیر و بھلائی رکھی ہو۔

اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ جس چیز کو ہم اچھا سمجھتے ہیں اس میں ہماری بربادی رکھی ہوتی ہے، جیسا کہ اللہ پاک نے فرمایا ہے: عَسٰۤی اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْئًا وَّهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ الخ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بیویوں کے ناز نخرے برداشت فرماتے تھے مگر کبھی نہ انکو مارا اور نہ کبھی گھر سے باہر نکالا اسی طرح اچھے انسانوں کا حال رہا ہے ہمیں بھی انکی اتباع میں ایسا کرنا چاہیے۔

# بارہواں باب

## تعلیم اور اسکے فائدے:

آج کل ہمارے معاشرہ میں جہالت بھی عام ہو گئی ہے حالانکہ جہالت ہر مرض و ہر خرابی کی جڑ اور بنیاد ہے، جہالت سے اللہ پاک کے حقوق اور بندوں کے حقوق تلف ہو رہے ہیں اور جاہل اس حیوان والی زندگی سے خوش ہے کہ بس کھانے پینے کو مل رہا ہے اور کیا فکر ہے۔

میرے بھائی تعلیم حاصل کرو تعلیم چاہے دین کی تعلیم ہو، اور وہ تو سب سے مقدم اور ضروری ہے اور چاہے دنیا کی تعلیم ہو وہ بھی ضروری ہے۔

دنیا کی تعلیم سے روزی روٹی کا مسئلہ بھی حل ہوتا ہے اور بھی مزید فائدے ہیں اور دینی تعلیم سے آخرت کا مسئلہ حل ہوتا ہے، جو اصل ہے اس کی برکت سے دنیا میں بھی گذر ہو جاتا ہے، باری تعالیٰ جو دشمنوں کو کھلاتے ہیں تو کیا اپنے دوستوں کو محروم کر دیں گے، جس قوم نے تعلیم کی طرف توجہ کی وہ قوم سربلند ہو گئی، دیکھو دنیا میں ذلیل وخوار سمجھی جانی والی غیر مسلم قوموں نے

جب تعلیم کی طرف توجہ کی تو آج وہ بڑے بڑے عہدوں اور منصبوں پر پہنچ گئے ہیں۔

اور تو امام عالم تھا مگر تعلیم کے فقدان کی وجہ سے عالم کا غلام اور ان کا نوکر بنتا جا رہا ہے، مسلمان کو چاہئے کہ وہ دین و دنیا ہر قسم کی تعلیم میں اول پوزیشن حاصل کرے، تعلیم کے بغیر دنیا کے کام بھی ٹھیک طرح کرنا مشکل ہے، مسلمانوں نے تجارت کے اصول، زراعت کے ضابطے، طب وحکمت، ڈاکٹری، ٹیکنالوجی، سائنس الغرض ہر قسم کے علوم میں بیش بہا کتابیں چھوڑی اور لکھیں ہیں اور یہ سب دنیا کو ان کا ہی دیا ہوا ہے، پھر تو پیچھے کیوں رہتا ہے؟ تعلیم کے میدان میں آگے بڑھ کر امامتِ عالم کا منصب سنبھال اور قوم وملت کا بہترین رہبر ثابت ہو۔

# تیرہواں باب

## آج کل کی سیاست اور اسکا انجام:

سیاست دین سے الگ نہیں ہے جیسا کہ آج کل بہت سے لوگوں نے سمجھ لیا ہے ہاں وہ سیاست مبغوض ہے جس میں ذاتی مفاد کے سوا قوم وملک کے لئے کچھ کرنے کا جذبہ نہ ہو جس سے قوم کا تنزل اور بربادی کے علاوہ کچھ حاصل نہ ہو ایسی سیاست بے شک دین سے خارج ہے اور خود اصولِ سیاست کے بھی خلاف ہے، خوب سمجھ لینا چاہیے کہ سیاست دو قسم پر ہے ایک انبیاء اور صحابہ کرامؓ اور اچھے انسانوں کی سیاست، دوسرے نمرود وفرعون، قارون وہامان جیسے شیطان انسانوں کی سیاست۔

اول قسم کی سیاست سنت ہے، چونکہ اس سے مخلوق کی صلاح وفلاح ان کی خیر خواہی وابستہ ہے، یہ سیاست انبیاء صحابہ کرامؓ اور اولیاء کرامؒ کرتے چلے آئے ہیں اور اسی وجہ سے سلطان کو ظل الہٰی کہا جاتا ہے وہ ملت میں اللہ پاک کا نائب اور اس کا خلیفہ ہے، مخلوق خدا کی خدمت، ان کا انتظام، عدل کا قیام، امن وامان قائم کرنا اس کا وظیفہ اس کی ذمہ داری ہے اور اگر اس کی وجہ سے ظالم وجابر انسانوں کے حوصلے بلند ہوتے ہوں، علاقہ میں ملک میں فساد (جیسا کہ گجرات میں وہ مظالم ہوئے کہ کبھی تاریخ میں ایسے بھیانک مظالم نہیں ہوئے ہوں گے، فسق وفجور عام ہو رہا ہو، قتل وغارت گری کا بازار گرم

ہو، امن وامان ختم ہو گیا تو ایسی حکومت ناکام اور قہرِ خداوندی ہے اور ایسا لیڈر اپنے وقت کا سب سے بڑا غدار ہے، ملک وقوم کا دشمن ہے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ قیامت میں ہر غداری کرنے والے کی سرین کے پاس جھنڈا ہوگا جو اس کی غداری کی علامت ہوگی اور جو لیڈر/امیر اور بڑا بننے سے پہلے وعدہ کر کے آیا تھا اور بعد میں سب کو بھول گیا اس سے بڑا اور کوئی غدار نہیں ہے اس کی سرین کے پاس غداری کا بہت بڑا جھنڈا ہوگا، جس سے اس کی غداری سب کو معلوم ہو جائے گی اور اس پر اللہ کا عذاب اور اس کا غصہ بہت سخت ہوگا (ترمذی شریف) ہاں انصاف کے ساتھ حکومت ونظام چلانے والا سلطان عادل، عرشِ الٰہی کے سایہ میں ہوگا (بشرطیکہ ایمان رکھتا ہو)، اصل میں سیاست نام ہے **ارشاد الخلق الی الحق بانتظام أمورهم** کا یعنی مخلوق خدا کو اللہ سبحانہ کی طرف (ان کے احکام وایمان) کی طرف لانا ان کے معاش کے جملہ انتظامات کے ساتھ نہ کہ آج کل کی طرح فقط وعدہ کرتے ہیں بعد میں ظلم وجبر، فسق وفجور کا ظہور ہوتا ہے، ایسی سیاست کا انجام خراب ہوتا ہے جب وہ کرسی سے ہٹ جاتا ہے تو کوئی اس کی قدر نہیں کرتا نہ کسی کے دل میں اس کی محبت ہوتی ہے۔

## ووٹ کی حیثیت:

ہماری غلط سیاست اور ووٹ کے غلط استعمال نے ہم پر دشمنانِ اسلام طاقتوں کو مسلط کر دیا ہے، حالانکہ ووٹ شرعی نقطۂ نظر کی بناء پر اس

بات کی گواہی اور شہادت ہے کہ یہ شخص ملک وملت کے انتظام کا صحیح اہل ہے انتظام اس کے سپرد کیا جاسکتا ہے۔

افسوس کہ ہم آپس میں متحد نہیں ہماری اتنی بڑی ملت اور پھر بے وزن، بے قیمت اس سے زیادہ دکھ کی اور کیا بات ہوسکتی ہے، مگر آج کتنے لوگ ہیں جو اس حقیقت کو سمجھتے ہیں اور جو سمجھتے ہیں ان میں بھی کتنے ہیں جو صحیح ووٹ کا استعمال کرتے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ غلط آدمی مسلط ہو جاتا ہے اور اس میں بڑا دخل ہمارا ہوتا ہے، مگر ہمیں احساس نہیں ہوتا ہے یا جب ہوتا ہے جب معاملہ ہاتھ سے نکل جاتا ہے۔

اے لیڈرانِ قوم خدارا ذاتی مفاد کی وجہ سے قوم وملت کا سودا نہ کرو، مرنے اور مرنے کے بعد سوال وجواب، حساب وکتاب، آخرت کا بھی کچھ خیال رکھو۔

دیکھو دنیا میں بڑے بڑے افلاطون پیدا ہوئے نمرود کتنا بڑا لیڈر تھا قارون، ہامان کتنے بڑے بڑے لیڈر تھے مگر ان کا انجام خراب ہوا ہے، کیونکہ ان کی سیاست غلط تھی اس کے برخلاف اقتصادی ومادی حالت میں کمزور داعیان حق کامیاب ہوئے ہیں اور ان کے مخالفین ہلاکت ورسوائی کو پہنچے ہیں، کیا ان واقعات میں عقل مندوں کے لئے عبرت نہیں ہے؟ شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنیؒ نے کتنی عمدہ بات کہی ہے کہ جس دین میں سیاست نہ ہو وہ دین دین نہیں اور جس سیاست میں دین نہ ہو وہ سیاست سیاست نہیں ہے۔

# چودہواں باب

## ظالم طاقتوں سے کس طرح نمٹا جائے:

جب ظالم وجابر حاکم مسلط ہو جائے تو اس وقت کیا کرنا چاہیئے کہ اس سلسلہ میں اکابرواسلاف کی تاریخ سے دو سبق حاصل ہوتے ہیں، ایک وہ طرز ہے جو موسیٰؑ نے فرعون کے مقابلہ میں اختیار کیا کہ اس کو چیلنج کر دیا اور جب اس نے جبر وتشدد کی انتہا کر دی تو ہجرت کا راستہ اختیار کیا، اللہ پاک نے اس کو بحر قلزم میں ہلاک کر دیا، اسی طرح حضرت ابراہیمؑ نے نمرود کو چیلنج کیا اور اس کو ہدایت پر لانے کی ہر ممکن کوشش کی آخر کار وہ ہلاک ہوا اور حق غالب ہوا۔

اسی طرح حضرت داؤدؑ نے جالوت جیسے ظالم وجابر کا مقابلہ کیا حضرت طالوت کے زیر سایہ، آخر کار حق غالب ہوا، آقاء نامدار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدنی دور میں جہاد فرمایا اور کفر وشرک کی طاقتوں کا مقابلہ کر کے انکو پاش پاش کر دیا، اسی طرح حضرت حسینؓ نے یزید کے مقابلہ میں اولوالعزمی اور ہمت کا مظاہرہ کیا اور حق پر جان دیدی مگر باطل کے سامنے جھکنا منظور نہیں کیا، اسی طرح علماء حق نے انگریز ظالم کا مقابلہ کیا آخر کار ملک آزاد ہوا، یہ سب تاریخ اولوالعزمی ہمت واستقلال کی عظیم داستان ہے۔

## دوسرا راستہ صبر و تحمل کا ہے:

آقاء نامدار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکی دور میں صبر و تحمل کا عظیم نمونہ چھوڑا، بہت سے حضرات نے حبشہ ہجرت کی اور بہت سے حضرات یہیں رہے۔

ہجرت مدینہ فرض ہو جانے کے بعد وہ حضرات بھی ہجرت کر گئے، اسی طرح حجاج بن یوسف ظالم ثقفی کے دور میں کتنے حضرات نے صبر و تحمل کا مظاہرہ کیا اور اپنے طور پر عبادت میں مشغول رہے، ان دونوں راستوں میں سے حالات حاضرہ میں کونسا اختیار کرنا چاہیے یہ طے کرنا علماء، زعماء، سیاسی، مبصرین، مخلصین کی اجتماعی رائے پر موقوف رہے گا، موقع محل، حالات دیکھکر اس کا فیصلہ ہوتا ہے اور یہ مشکل کام ہے، بہر حال صبر و تحمل ہر حال میں ضروری ہے اور جب تک یہ مسئلہ حل ہو تب تک اور اس کے بعد بھی بلکہ ہمہ وقت اپنی اصلاح، تقویٰ، وخوفِ خداوندی اور توبہ استغفار انابت الی اللہ اور راہِ خداوندی میں جان دینے والوں کے واقعات کا سننا سنانا اور ہمت بلند کرنے والے اسباب اختیار کرنا ضروری ہے، ظاہری، باطنی، ذہنی وفکری تیاری کے بغیر کوئی مسئلہ حل نہیں ہوسکتا۔

عباؤں میں پیوند پتھر شکم پر
مگر ہاتھ میں زور تسخیرِ خیبر
کبھی اہل ایمان کی شا ن یہ تھی
کبھی اہل اسلام کی شان یہ تھی

# پندرہواں باب

## دعاؤں کا اہتمام:

ان سب باتوں کے ختیار کرنے کے اتھ ساتھ جو ابواب سابقہ میں گذر چکی ہیں، مسلمان کا اول و آخری ہتھیار اللہ پاک کی طرف رجوع، توجہ، تضرع، عاجزی کرنا اور رونا ہے، اللہ پاک کی طرف رجوع اور انابت کے بغیر کوئی تدبیر کارگرنہیں ہوسکتی، اللہ پاک نے دعاء کا بار بار حکم فرمایا ہے اور اس کی قبولیت کا اعلان بھی کیا ہے کہ تم دعاء کرو میں قبول کروں گا ادعــونـی استجب لکم. .

یہاں بھی دوں گا اور آخرت میں بھی دونگا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام انبیاءؑ نے ہر موقع پر دعاء کا اہتمام فرمایا ہے، قرآن کریم پڑھنے اور سمجھنے والا ان واقعات کو جانتا ہے، تدبیر کے ساتھ دعاء تمام انبیاءؑ کا شیوہ رہا ہے اور جہاں تدبیر فیل ہوجاتی ہے وہاں بھی دعاء سے ہی کام بنتا ہے، بہت لوگ کہہ دیتے ہیں دعاء سے کیا ہوتا ہے؟ یہ سخت جہالت کی بات ہے، اگر ایسا ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دعائیں نہ کرتے، بدر کے دن حضورﷺ نے دعاء میں انتہاء کردی تھی کہ حضرت صدیق اکبرؓ نے عرض کیا کہ بس کیجئے بہت ہو چکا ہے، اگر دعا کوئی مفید چیز نہوتی تو آپؐ اسقدر ترغیب نہ دیتے، چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعاء کو عبادت کا مغز اور لب لباب قرار دیا ہے اور کہیں اسکو اللہ کا لشکر فرمایا ہے، اسلئے ہمیں ہر موقع پر دعاء کا اہتمام کرنا چاہیے۔

# خیانت اور بددیانتی

ایک کا جو حق دوسرے کے ذمہ واجب ہو اس کے ادا کرنے میں ایمانداری نہ برتنا خیانت اور بد دیانتی ہے، اگر ایک کی چیز دوسرے کے پاس امانت ہو اور وہ اس میں بے جا تصرف کرتا یا مانگنے پر واپس نہ کرتا ہو، تو یہ کھلی ہوئی خیانت ہے، یا کسی کی کوئی چھپی ہوئی بات کسی دوسرے کو معلوم ہو، یا کسی نے دوسرے پر بھروسہ کر کے کوئی اپنا بھید اس کو بتایا ہو تو اس کا کسی اور پر ظاہر کرنا بھی خیانت ہے، اسی طرح جو کام کسی کے سپرد ہو اس کو وہ دیانت داری کے ساتھ انجام نہ دے تو یہ بھی خیانت ہی کہلائے گا۔ علیٰ ہذا عام مسلمانوں، ائمہ وقت اور اپنے متفقہ قومی اور ملی مصالح کے خلاف قدم اٹھانا بھی ملت سے بد دیانتی ہے، دوست ہو کر دوستی نہ نباہنا بھی خیانت ہے، بیوی میاں کی وفاداری نہ کرے تو یہ بھی خیانت ہے، دل میں کچھ رکھنا اور زبان سے کچھ کہنا اور عمل سے کچھ اور ثابت کرنا بھی خیانت ہے، اسلام کی اخلاقی شریعت میں یہ ساری خیانتیں یکساں ممنوع ہیں، فرمایا: یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَخُوْنُوا اللّٰہَ وَالرَّسُوْلَ وَتَخُوْنُوْٓا اَمٰنٰتِکُمْ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ (انفال) اے ایمان والو! اللہ اور رسول کی خیانت نہ کرو اور نہ آپس کی امانتوں میں جان کر بد دیانتی کرو۔

اللہ اور رسول کے ساتھ خیانت یہ ہے کہ اقرار کر کے پورا نہ کیا جائے، ایمانداری سے ان کے حکموں کی تعمیل نہ کی جائے، دین وملت کے مصالح کے ساتھ غداری کی جائے اور اللہ ورسول اور مسلمانوں کے دشمنوں کو چھپے چوری

امداد پہنچائی جائے ، یا مسلمانوں کے چھپے راز ان کو بتائے ءجائیں ، اسی طرح آپس کی امانتوں میں خیانت یہ ہے کہ جو چیز جس کے پاس امانت ہو اس میں وہ ناجائز تصرف کرے اور کسی کا جو راز کسی کو معلوم ہو اس کو دوسروں پر ظاہر کر دے۔

یہ حدیث کئی دفعہ اوپر آچکی ہے کہ منافق کی تین علامتوں میں سے ایک یہ ہے کہ جب کوئی امانت اس کے سپرد کی جائے تو وہ اس میں خیانت کرے، ابن مسعودؓ سے موقوفاً روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ خدا کی راہ میں مارا جانا ہر گناہ کا کفارہ ہے لیکن امانت کا، قیامت کے دن بندہ کو لایا جائے گا اگرچہ وہ خدا کی راہ میں شہید ہی ہوا ہو، اور کہا جائے گا کہ تم امانت لاؤ اور ادا کرو، وہ کہے گا خداوندا! اب کیسے لاؤں دنیا تو ختم ہو چکی، کہا جائے گا اس کو دوزخ کے طبقۂ ہاویہ میں لے جاؤ وہاں امانت کی چیز مثال بن کر اصل صورت میں سامنے آئے گی، تو وہ اس کو دیکھ کر پہچان لے گا، اور اس کے پیچھے گرے گا، یہاں تک کہ اس کو پکڑ لے گا اور اس کو اپنے کندھوں پر لاد کر لے چلے گا جب دوزخ سے نکلنا چاہے گا تو وہ بوجھ اس کے کندھے سے گر پڑے گا اور وہ پھر اس کے پیچھے ہمیشہ ہمیشہ گرتا چلا جائے گا، پھر انہوں نے فرمایا نماز امانت ہے، وضو امانت ہے، تول بھی امانت ہے، ناپ بھی امانت ہے اور بہت سی چیزیں گنا کر فرمایا، اور ان سب سے زیادہ سخت معاملہ امانت کی چیزوں کا ہے، راوی کہتا ہے کہ میں نے یہ حدیث براء بن عازبؓ صحابی کو سنائی ، انہوں نے تصدیق کی اور فرمایا کیا تم نے قرآن کی یہ آیت نہیں سنی؟ اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُکُمْ

اَنْ تُـؤَدُّوا الْاَمَـانَاتِ اِلٰی اَهْلِهَا (نساء) بیشک اللہ تم کو حکم دیتا ہے کہ امانتیں امانت والوں کو ادا کر دیا کرو۔

آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ سب سے بہتر زمانہ میرا زمانہ ہے پھر جو اسکے بعد آئے گا، پھر جو اس کے بعد آئے گا، پھر ایسا زمانہ آئے گا کہ لوگ بن بلائے گواہی دیں گے، خیانت کریں گے، امانت داری نہیں کریں گے اور نذر مانیں گے تو پوری نہ کریں گے۔

آنحضرت ﷺ جن بری باتوں سے پناہ مانگا کرتے تھے ان میں سے ایک خیانت بھی ہے، فرمایا کرتے تھے کہ الٰہی! مجھے خیانت سے بچائے رکھنا کہ یہ بہت برا اندرونی ساتھی ہے۔ خیانت کے ایک معنی یہ ہیں کہ کسی جماعت میں شامل ہو کر خود اسی جماعت کو جڑ سے اکھاڑنے کی فکر میں لگے رہنا، چنانچہ منافقین جو دل میں کچھ رکھتے تھے اور زبان سے کچھ کہتے تھے وہ ہمیشہ اسلام کے خلاف چھپی سازشوں میں لگے رہتے تھے مگر ان کی یہ چال کارگر نہیں ہوتی تھی اور ہمیشہ اس کا بھید کھل جاتا تھا، فرمایا: **ولا تزال تطلع علیٰ خائنة منهم** (مائدہ) اور ہمیشہ تو خبر پاتا رہتا ہے ان کی خیانت کی۔ یعنی ان کی کسی نہ کسی خیانت کی خبر رسول کو ملتی ہی رہتی ہے۔

جس پر کسی امر میں بھروسہ کیا جائے اس کا اس بھروسہ کو پورا نہ کرنا بھی خیانت ہے، حضرت یوسفؑ نے اپنے اوپر الزام کی پوری چھان بین عزیز سے کرائی، اس کے بعد وہ کہتے ہیں کہ میں نے یہ سب اس لئے کیا: **ذَالِكَ لِيَعْلَمَ**

اَنِّیْ لَمْ اَخُنْهُ بِالْغَیْبِ وَاَنَّ اللّٰهَ لَایَهْدِیْ كَیْدَ الْخَآئِنِیْنَ (یوسف) تاکہ عزیز کو یہ معلوم ہو جائے کہ میں نے چوری چھپے اس سے خیانت نہیں کی اور بیشک اللہ خیانت کرنے والوں کے فریب کو نہیں چلاتا۔

حضرت نوحؑ اور حضرت لوطؑ کی بیویوں نے اپنے مقدس شوہروں سے بے وفائی کی، ان کی بے وفائی یہ تھی کہ وہ توقع کے خلاف اپنے شوہروں پر ایمان نہیں لائیں اور کافروں کا ساتھ دیتی رہیں، خدا نے فرمایا: ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِیْنَ كَفَرُوا امْرَاَتَ نُوْحٍ وَّامْرَاَتَ لُوْطٍ كَانَتَا تَحْتَ عَبْدَیْنِ مِنْ عِبَادِنَا صٰلِحَیْنِ فَخَانَتٰهُمَا فَلَمْ یُغْنِیَا عَنْهُمَا مِنَ اللّٰهِ شَیْئًا (تحریم) خدا نے کافروں کے لئے نوح کی بیوی اور لوط کی بیوی کی مثال بیان کی، یہ دونوں عورتیں ہمارے دو نیک بندوں کے گھر میں تھیں تو ان دونوں نے اپنے شوہروں سے خیانت کی، تو یہ دونوں پیغمبر ہو کر بھی اپنی بیویوں کو خدا سے نہ بچا سکے۔

مگر خیانت صرف دل ہی سے نہیں ہوتی ہے، بلکہ ایک ایک عضو سے ہوسکتی ہے، یہاں تک کہ چشم و ابرو کے اشاروں سے ہوسکتی ہے، لیکن اگر یہ یقین ہو کہ ایک ذات ہے جو چوری چھپی کی ہر حرکت سے ہر وقت باخبر رہتی ہے تو پھر انسان کو کسی قسم کی خیانت کاری کی جرأت نہ ہو، اسلام اسی یقین کو پیدا کر کے خیانتوں کا خاتمہ کرتا ہے، فرمایا: یَعْلَمُ خَآئِنَةَ الْاَعْیُنِ وَمَا تُخْفِی الصُّدُوْرُ (مومن) اللہ جانتا ہے آنکھوں کی خیانت کاری کو اور جو

چھپا ہے سینوں میں۔

(ماخوذ از سیرت النبیؐ ج ٦ ص ٢٨٦)

# غداری اور دغابازی

غداری اور دغابازی کے معنیٰ یہ ہیں کہ کسی کو زبان دیکر اطمینان دلایا جائے اور پھر موقع پاکراس کے خلاف کیا جائے، قرآن پاک نے اس کو بھی خیانت کہا ہے، عربی میں عام طور سے اسے غدر بھی کہتے ہیں، اسلام نے اس کی شدید برائی کی ہے، کفار میں سے جو بار بار امن اور صلح کے وعدے کرکے بدل جاتے تھےاور بار بار بدعہدی کرتے تھےان کے ذکر میں خدافرماتا ہے: **الـذيـن عـاهـدت مـنهـم ثـم ينقضون عهدهم فی کل مرة وهم لا يتقون O فاما تثقفنهم فی الحرب فشرد بهم من خلفهم لعلهم يذكرون O واما تخافن من قوم خيانة فانبذ اليهم علىٰ سواء ان الله لا يحب الخائنين** (انفال)۔ جن سے تونے معاہدہ کیا، پھر وہ اپنا عہد ہر بار توڑ دیتے ہیں اور وہ تقویٰ (خدا کا لحاظ) نہیں رکھتے، سو اگر ان کو تو کبھی لڑائی میں پاوے تو ان کو ایسی سزا دے کہ ان کے پچھلے دیکھ کر بھاگیں، شاید وہ عبرت پکڑیں، اگر تجھ کو کسی قوم کی دغا کا ڈر ہو تو ان کو تو برابر کا جواب دے، اللہ کو دغا باز خوش نہیں آتے۔

اس آیت میں گو ان کافروں کا ذکر ہے، جو ہر دفعہ عہد کرکے بدعہدی اور دغابازی کرتے تھے مگر دو باتیں ان میں عمومیت کے ساتھ بیان ہوئی ہیں، ایک یہ کہ بدعہدی سراسر تقویٰ کے خلاف ہے، دوسری یہ کہ غداری دغابازی

اور بد عہدی اللہ تعالیٰ کی محبت سے محروم کر دیتی ہے، اور اس کی ناخوشی کی موجب ہے، بدر کے قیدیوں کو فدیہ اور وعدہ لیکر چھوڑ دینے کی اجازت جہاں دی گئی ہے وہیں یہ بھی کہہ دیا گیا ہے کہ اگر یہ خیانت اور دغا کریں تو اللہ ان سے سمجھ لے گا، پھر ان کو دوبارہ تمہارے قابو میں لے آئے گا، فرمایا: **وان يريدوا خيانتك فقد خانوا الله من قبل فامكن منهم والله عليم حكيم** (انفال) اور اگر وہ تیرے ساتھ خیانت (دغا) کرنا چاہیں تو وہ اس سے پہلے خدا سے بھی خیانت (دغا) کر چکے ہیں تو خدا نے ان پر قابو دیدیا اور اللہ جاننے والا حکمت والا ہے۔

خدا سے دغا کرنے کی صورت یہی ہے کہ اسکے ساتھ کفر کیا جائے، تو خدا تو سب کا حال جانتا ہے، اور ہر مصلحت اسکو معلوم ہے اور وہ سب کچھ کر سکتا ہے اسنے انکے چھوڑنے کی اجازت دی تو وہ بھی علم اور مصلحت سے دی ہے، حدیث میں ہے کہ آپؐ نے فرمایا، قیامت کے دن ہر غدار کا ایک جھنڈا ہوگا؛ یعنی اس سے اس کی بدعہدی اور غداری کی تشہیر ہوگی، آنحضرت ﷺ اپنی فوج کے افسروں کو جو نصیحتیں فرمایا کرتے تھے ان میں سے ایک یہ بھی ہوتی تھی کہ بدعہدی نہ کرنا، یعنی دشمنوں سے معاہدہ کر کے پھر غداری نہ کیجائے، ظالم بادشاہوں، حاکموں، افسروں، سپہ سالاروں کا ایک چلتا ہوا حیلہ یہ ہوتا ہے کہ امن و امان کا وعدہ کر کے کسی کو اپنے پاس بلاتے ہیں اور جب وہ انکے قابو میں آجاتا ہے تو اسکو سزا دیتے یا مروا دیتے ہیں، رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے کسی کو جان کا امن دیا اور پھر مروا ڈالا تو میں اس سے الگ ہوں، اگرچہ مقتول کافر ہی کیوں نہ ہو، خدا فرماتا ہے:

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ (مائدہ) اے ایمان والو اپنی گرہوں (قول واقرار) کو پورا کرو۔ عقود کی تعمیم میں وہ تمام شرطیں ہیں، وعدے اور معاہدے داخل ہیں، جو کوئی اپنے خدا سے یا بندہ سے یا کوئی جماعت کسی دوسری جماعت سے کرے، یہاں تک کہ مسلمان اپنے دشمنوں سے بھی جو معاہدہ کریں اس کا حرف بحرف پورا کرنا ضروری ہے، ایک دفعہ امیر معاویہؓ نے رومیوں سے مدت متعینہ کے لئے کوئی معاہدہ کیا اس کے ختم ہونے کا زمانہ قریب آیا تو امیر موصوف اپنی فوجیں لیکر ان کی سرحد کے پاس پہنچ گئے کہ ادھر مدت ختم ہو اور ادھر وہ حملہ کردیں، یہ دیکھ کر عمرو بن عنبہ نامی صحابی سوار ہوکر نکلے اور چلائے: اللہ اکبر! اللہ اکبر! بدعہدی نہیں، امیر معاویہؓ نے بلوا کر پوچھا کیا بات ہے؟ فرمایا میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ کسی قوم سے معاہدہ کیا جائے تو اس کی کوئی گرہ نہ باندھی جائے نہ کھولی جائے (یعنی نہ اس میں سے کچھ کم کیا جائے نہ زیادہ کیا جائے) اور یا اس کو پہلے سے خبر دیکر معاہدہ کو ایک قلم ردّ کردیا جائے، یہ سن کر امیر معاویہ واپس چلے آئے، غور کی بات یہ ہے کہ امیر معاویہؓ نے معاہدہ کے لفظوں کی خلاف ورزی نہیں کرنی چاہی تھی، لیکن ان کا یہ فعل معاہدہ کی روح اور معنی کے خلاف تھا، رسول اکرم ﷺ کے تربیت یافتوں نے اس کو بھی بدعہدی سمجھا، اور

امیر لشکر کو اس سے بھی روک دیا۔ (ماخوذ از سیرت النبیؐ ج ۶ رص ۲۸۸)

## چغل خوری

چغل خور کا کام یہ ہے کہ دو آدمیوں کے درمیان جھوٹی سچی باتیں بیان کر کے ایک کو دوسرے کے خلاف بھڑکائے اور اپنا رسوخ جتائے اور چونکہ ایسے لوگ چل پھر کر ایک کی ایسی بات دوسرے کو پہنچاتے ہیں جس سے دوسرے کو پہلے پر غصہ آئے اور اس سے نفرت پیدا ہو، اسی لئے قرآن نے ان لوگوں کے اوصاف میں جن کی بات نہیں ماننی چاہئے یہ لفظ کہے ہیں: ''مشّآءٍ بنمیم '' جو چغلی کھاتا پھرتا ہے، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اصول مقرر فرمادیا کہ جب کوئی شخص کوئی خبر لیکر آئے تو پہلے یہ دیکھ لیا جائے کہ اس خبر کا لانے والا کیسا ہے؟ اگر وہ سچا مومن نہیں تو اس کی بات ہی نہ مانی جائے، ایسا نہ ہو کہ اس کی بات مان کر جلدی میں کوئی ایسی حرکت کر بیٹھے جس پر پیچھے افسوس ہو، فرمایا: یآاَیُّھَاالَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ جَآءَ کُمْ فَاسِقٌ بِنَبَاٍ فَتَبَیَّنُوْٓا اَنْ تُصِیْبُوْا قَوْمًابِجَھَالَۃٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰی مَافَعَلْتُمْ نٰدِمِیْنَ (حجرات)۔ ترجمہ: اے ایمان والو! اگر کوئی گنہگار تمہارے پاس کوئی خبر لے کر آئے تو تحقیق کرلو، کہیں کسی قوم پر نادانی سے جا نہ پڑو، پھر اپنے کئے پر پچھتانے لگو۔

اس آیت میں غور کے قابل خاص نکتہ یہ ہے کہ جھوٹی خبریں پھیلانے والے کو خدا نے فاسق کا خطاب دیا ہے اور چونکہ اس بداخلاقی کا مقصد زیادہ تر دو شخصوں، بالخصوص عزیز واقارب اور دوست واحباب میں نااتفاقی پیدا کرنا ہوتا

ہے، اسی بنا پر حدیث میں آیا ہے کہ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں تمہیں بتاؤں کہ سب سے برے لوگ کون ہیں پھر خود ہی فرمایا: المشاؤن بالنمیمة المفسدون بین الاحبة (مسند احمد ج ۶ ص ۴۵۹ عن اسماء بنت یزید) جو چغلیاں کھاتے پھرتے ہیں اور دوستوں کے آپس کے تعلقات خراب کرتے ہیں۔ صحیحین میں ہے کہ ایک دفعہ حضور ﷺ ایک قبرستان کے پاس سے گذرے تو فرمایا کہ ان میں سے ایک پر اس لئے عذاب ہورہا ہے کہ وہ چغلی کھاتا پھرتا تھا۔

الا انبئکم ماالعضة هی النمیمة القالة بین الناس کیا میں تم کو بتاؤں کہ عضہ کیا ہے وہ چغل خوری ہے جو لوگوں کے درمیان بیان کی جاتی ہے۔ لغت میں عضہ کے معنیٰ تفریق اور سحر کے ہیں اس لئے اگر اس حدیث میں تفریق کے معنیٰ لئے جائیں تو اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ دو شخصوں میں علیحدگی کرنا چغل خوری کی حقیقت میں داخل ہے، لیکن اگر سحر کے معنیٰ لئے جائیں تو اس صورت میں بھی سحر اور چغل خوری میں مشابہت و مناسبت ہے کیونکہ سحر سے بھی دو شخصوں بالخصوص میاں بیوی میں علیحدگی کرائی جاتی ہے، چنانچہ خود قرآن مجید میں ہے: فیتعلّمون منهما مایفرقون به بین المرء وزوجه (بقرہ ۲) (اس پر بھی ان (ہاروت و ماروت) سے ایسی باتیں سیکھتے ہیں جن کی وجہ سے میاں بیوی میں جدائی ڈال دیں۔

عام طور پر مفسرین اس تفریق کا ذریعہ اس سحر کو قرار دیتے ہیں جو لوگ

ہاروت ماروت سے سیکھتے تھے، لیکن بعض علماء کے نزدیک یہ مقصد چغل خوری سے حاصل کیا جاتا تھا۔ عام طور پر یہ مقصد اس طرح حاصل کیا جاتا ہے کہ ایک کی بات دوسرے تک پہنچائی جاتی ہے، مثلاً یہ کہ فلاں شخص تمہاری نسبت یہ کہتا تھا، اسی لئے رسول اللہ ﷺ نے صحابۂ کرام کو یہ ہدایت کی تھی **لا یبلغنی احد من اصحابی عن احد شیئا فانی احبّ ان اخرج الیکم و انا سلیم الصدر** (میرے اصحاب میں سے کوئی مجھ تک کسی کی بات نہ پہنچائے کیونکہ میں یہ چاہتا ہوں کہ تمہارے پاس آؤں تو میرا دل صاف ہو) لیکن اس قسم کی باتیں عام طور پر پردہ ہوتی ہیں جو معیوب اور ناپسندیدہ سمجھی جاتی ہیں، بعض اوقات تو خود وہ شخص اس کو معیوب سمجھتا ہے جو دوسرے تک اس کو پہنچاتا ہے، بعض حالتوں میں جس شخص تک وہ بات پہنچائی گئی ہے اس کو ناگوار گذرتی ہے، بعض موقعوں پر دوسرے لوگ اس کو برا سمجھتے ہیں، غرض کسی نہ کسی طرح یہ بات ناپسندیدہ خیال کی جاتی ہے اور جو لوگ اس بداخلاقی میں مبتلا ہوتے ہیں وہ اس قسم کی ناپسندیدہ باتوں کی ٹوہ میں لگے رہتے ہیں تاکہ ان کو پھیلا کر فتنہ وفساد کی آگ بھڑکائیں، اسی بنا پر اہلِ عرب چغل خوروں کو ہیزم بردار کہتے ہیں، یعنی جس طرح لکڑیاں بیچنے والے لکڑیاں چن چن کر لاتے ہیں اور ایندھن کے لئے گھوم گھوم کر بازاروں میں فروخت کرتے ہیں اسی طرح یہ لوگ اس قسم کی باتوں کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر پھیلاتے ہیں اور آتش فتنہ وفساد کیلئے ایندھن بہم پہنچاتے ہیں۔ قرآنِ مجید میں ابولہب کی بیوی کو بعض مفسرین کی

رائے کے مطابق حمالة الحطب یعنی ہیزم بردار کا خطاب اسی لئے دیا گیا ہے کہ وہ لوگوں کی چغلیاں کھاتی پھرتی تھی۔

ان میں بعض لوگ استراقِ سمع کرتے ہیں یعنی چھپ چھپ کر لوگوں کی باتیں سنتے ہیں اور پھر ان کو دوسروں تک پہنچاتے ہیں، اس قسم کے لوگوں کو لغت میں قتّات کہتے ہیں، اور ان کی نسبت رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: **لایدخل الجنة قتات** (جنت میں چغل خور داخل نہ ہوگا۔ اس قسم کی باتیں خوب نمک مرچ لگا کر نہایت چرب زبانی کے ساتھ بیان کی جاتی ہیں تاکہ ان کا اثر بڑھ جائے، اسی لئے عربی زبان میں چغل خوری کو ''وشایہ'' کہتے ہیں جس کے معنی نقش ونگار کے ہیں اور ادھر کی اُدھر لگانے کے لئے چغل خوروں کو دوڑ دھوپ بھی کرنی پڑتی ہے، اسی مناسبت سے چغل خوری کو 'سعایہ'' بھی کہتے ہیں جس کے معنی دوڑ دھوپ کرنے کے ہیں۔ یہ کام اگرچہ زیادہ تر زبان سے لیا جاتا ہے لیکن وہ صرف زبان ہی تک محدود نہیں ہے، بلکہ تحریر وکتابت رمز واشارات سے بھی چغل خوری کی جاسکتی ہے اور وہ صرف اقوال ہی تک محدود نہیں بلکہ اعمال بھی اس میں داخل ہیں یعنی دوسرے شخص سے صرف یہی نہیں کہا جاسکتا کہ فلاں شخص یہ کہتا تھا بلکہ یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ فلاں شخص یہ کام کرتا تھا۔

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ محض زبان سے ایک کی بات دوسرے تک پہنچانا چغلی کی مکمل تعریف نہیں بلکہ اس کی جامع تعریف یہ ہے کہ ایک شخص کی

ایسی بات یا کام کو دوسرے تک پہنچانا جس سے دوسرا پہلے سے بدگمان ہوجائے۔اسی بنا پر چغل خوری سے محفوظ رہنے کا طریقہ صرف یہ ہے کہ فلاں شخص لوگوں کے جو حالات دیکھے یا سنے ان کو بغیر جائز ضرورت کے ظاہر نہ کرے اور رسول اللہ ﷺ نے ''ترک مالایعنی'' کی جو ہدایت مسلمانوں کو کی ہے اس پر عمل کرنے سے یہ مقصد حاصل ہوسکتا ہے۔

چغل خوری ایک فتنہ پردازی ہے جس کے نتائج بعض حالتوں میں نہایت خطرناک صورت میں ظاہر ہوتے ہیں اور قتل وخون ریزی تک کی نوبت پہنچ جاتی ہے اس کے ساتھ وہ متعدد گناہوں کا مجموعہ ہے، اور اس میں غیبت ، بہتان، تجسّس ، کذب وفریب، نفاق، غرض مختلف بداخلاقیوں کے عناصر شامل ہوتے ہیں ، اس لئے وہ ان نتائج اور ان عناصر کے لحاظ سے گناہ کبیرہ ہے،لیکن اسی کے ساتھ وہ تمدّن ومعاشرت کا ایک جزو ہوگئی ہے، اگر امراء کے درباروں میں تملّق وخوشامد کے لئے چغل خوری کی جاتی ہے تو عام صحبتوں میں اس سے تفریحِ خاطر اور لطفِ صحبت کا کام لیا جاتا ہے، اس لئے یہ اخلاقی مرض اس کثرت سے پھیل گیا ہے کہ وہ ایک معمولی چیز بن گیا ہے اور اس کو لوگ گناہ کبیرہ نہیں سمجھتے ، اسی نکتہ کو رسول اللہ ﷺ نے ایک حدیث میں بیان فرمایا ہے، حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ ایک بار رسول اللہ ﷺ مدینہ کے کسی باغ سے نکلے تو دو مردوں کی آواز سنی جن پر ان کی قبروں میں عذاب ہو رہا تھا فرمایا

ان پر عذاب ہو رہا ہے، لیکن یہ عذاب کسی بڑے گناہ پر نہیں ہو رہا، حالانکہ دو بڑے گناہ کے کام ہیں ان میں ایک تو پیشاب آڑ میں نہیں کرتا تھا اور دوسرا لوگوں کی چغلیاں کھاتا پھرتا تھا۔ (ماخوذ از سیرت النبیؐ ج ۶ ر ص ۲۹۱)

# غیبت اور بدگوئی

علامہ شبلی نعمانیؒ

شریعت کا ایک بڑا مقصد یہ ہے کہ مسلمانوں کی عزت و آبرو محفوظ رہے اور ان کے باہمی تعلقات خوشگوار رہیں، اس بنا پر جن بداخلاقیوں سے مسلمانوں کی عزت و آبرو کو صدمہ پہنچتا ہے اور ان کے تعلقات میں ناگواری پیدا ہوتی ہے، شریعت نے ان کی ممانعت کی ہے، اور اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں مجموعی طور پر ان کو ایک جگہ بیان کر دیا ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنُوْا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَلَا نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰٓى اَنْ يَّكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ وَلَا تَلْمِزُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِيْمَانِ وَمَنْ لَّمْ يَتُبْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ○ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ وَّلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِيْمٌ (حجرات)۔

مسلمانو! مرد مردوں پر نہ ہنسیں، عجب نہیں کہ (جن پر ہنستے ہیں) وہ (خدا کے نزدیک) ان سے بہتر ہوں اور نہ عورتیں عورتوں پر ہنسیں، عجب نہیں کہ (جن پر ہنستی ہیں) وہ ان سے بہتر ہوں، آپس میں ایک دوسرے کو طعنے نہ دو اور نہ ایک دوسرے کو نام دھرو، ایمان لانے کے بعد بدتہذیبی کا نام ہی برا ہے اور جو ان حرکات سے باز نہ آئیں تو وہ خدا کے نزدیک ظالم ہیں، مسلمانو! (لوگوں کی نسبت) بہت شک کرنے سے بچتے رہو کیونکہ بعض شک داخل گناہ ہیں اور ایک دوسرے کی ٹٹول میں نہ رہا کرو، اور تم میں سے ایک کو ایک پیٹھ پیچھے برا نہ کہے، بھلا تم میں سے کوئی اس بات کو گوارا کرے گا کہ اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھائے تو تم کو گھن آئے اور اللہ سے تقویٰ کرو، بیشک اللہ رجوع ہونے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

ان تمام اخلاقی احکام سے ثابت ہوتا ہے کہ مسلمانوں کو اپنے قول وعمل سے مسلمانوں کے عیوب کی پردہ دری نہیں کرنی چاہئے، لیکن ان طریقوں میں سب سے زیادہ جس طریقہ سے مسلمانوں کے عیوب کی پردہ دری ہوتی ہے وہ غیبت ہے، امام غزالیؒ نے لکھا ہے کہ تعریض، تصریح، رمز واشارات، تحریر وکتابت اور محاکات ونقالی، ہر طریقہ سے دوسروں کے عیوب بیان کیے جاسکتے ہیں اور ایک شخص کے نسب، اخلاق، دین ودنیا، جسم، کپڑے لتے، غرض ہر چیز میں عیب نکالا جاسکتا ہے، اس لئے اللہ تعالیٰ نے نہایت پُر زور طریقہ سے اس کی ممانعت کی ہے اور اس کو خود اپنے بھائی کے مردار گوشت سے تشبیہ دی ہے، جس میں بلاغت کے بہت سے نکتے ہیں، انسان کا گوشت محض اس کی عزت وحرمت کی وجہ سے حرام ہے اس لئے جو چیز اس کی عزت وحرمت کو

نقصان پہنچاتی ہے وہ بھی اس کے گوشت کی طرح حرام ہے۔

(۲) لڑائی جھگڑے میں جب باہم مقابلہ ہوتا ہے تو بعض لوگ شدتِ غضب میں اپنے حریف کا گوشت نوچ لیتے ہیں اگر چہ یہ بھی ایک برا فعل ہے، تاہم اس میں ایک قسم کی شجاعت پائی جاتی ہے، لیکن اگر کوئی شخص حریف کے مرجانے کے بعد اس کا گوشت نوچ لے تو مکروہ ہونے کے ساتھ یہ ایک بزدلانہ فعل بھی ہے، اسی طرح اگر کوئی شخص رُودررُو کسی کو بُرا کہے تو گو یہ ایک ناپسندیدہ چیز ہے، تاہم اس میں بزدلی نہیں پائی جاتی، لیکن ایک شخص کی پیٹھ پیچھے اس کی برائی کرنا نہایت بزدلانہ کام ہے اور بعینہ ایسا ہے جیسے کوئی اپنے حریف کے مقتول ہونے کے بعد اس کا گوشت نوچ کھائے۔

(۳) لوگ شدت محبت سے بھائی کی مردہ لاش کو دیکھنا بھی گوارا نہیں کرتے اس لئے جو شخص اپنے مردہ بھائی کا گوشت نوچ کھاتا ہے اس سے اس کی سخت قساوت وسنگدلی اور بغض وعداوت کا اظہار ہوتا ہے اور یہ اس لطف ومحبت کے منافی ہے جس کو اسلام مسلمانوں میں پیدا کرنا چاہتا ہے۔

(۴) مردار گوشت کا کھانا سخت اضطرار کی حالت میں جائز ہے اور اس وقت بھی اگر کسی کو انسان کے بجائے بکری کا مردار گوشت مل جائے تو وہ انسان کا گوشت کھانا پسند نہ کرے گا، اس لئے غیبت اس وقت جائز نہیں ہوسکتی جب تک کوئی شرعی، معاشرتی، اخلاقی یا سیاسی ضرورت انسان کو مجبور نہ کرے اور اس حالت میں بھی جہاں تک ممکن ہو علانیہ غیبت سے احتراز کرنا چاہئے، اور صرف رمز واشارہ سے کام لینا چاہئے، اسی قرآنی تشبیہ کے مطابق رسول اللہ ﷺ نے متعدد حدیثوں میں نہایت بلیغ طریقہ پر غیبت کی

برائی بیان کی ہے۔

ایک حدیث میں ہے کہ شب معراج میں میرا گذرا ایک ایسی قوم پر ہوا جس کے ناخن تانبے کے تھے اور وہ ان سے اپنے چہروں اور سینوں کو نوچ رہے تھے، میں نے جبرئیل سے پوچھا کہ یہ کون لوگ ہیں؟ بولے یہ وہ لوگ ہیں جو لوگوں کا گوشت کھاتے تھے اور ان کی عزت وآبرو لیتے تھے۔ اعمال اور اعمال کی جزا وسزا میں مناسبت ہوتی ہے، یہ لوگ چونکہ لوگوں کا گوشت نوچ کھاتے تھے یعنی ان کی غیبت کرتے تھے اس لئے عالم برزخ میں ان کی یہ سزا مقرر کی گئی کہ خود اپنا گوشت نوچتے رہیں۔

ایک بار سخت بدبو پھیلی تو رسول اللہ ﷺ نے صحابہؓ سے فرمایا کہ جانتے ہو یہ کیا ہے؟ یہ ان لوگوں کی بدبو ہے جو مسلمانوں کی غیبت کرتے ہیں۔ اس حدیث میں بھی اعمال اور جزا وسزا کی مناسبت ظاہر ہے، مردار گوشت اکثر بدبودار ہوتا ہے اس حدیث میں ایک نکتہ یہ بھی ہے اور وہ یہ کہ غیبت کا مقصد صرف یہ ہوتا ہے کہ عیوب کی تشہیر و تفضیح کی جائے، اس لئے جس طرح غیبت کرنے والے لوگوں کے عیوب کو عام طور پر پھیلاتے ہیں اسی طرح ان کے اس عمل کی نجاست وگندگی کی بو بھی دنیا میں پھیل کر لوگوں کو ان سے متنفر کرتی ہے، اسی نکتہ کو آپ ﷺ نے دوسری حدیث میں بلاتشبیہ و تمثیل کے نہایت واضح طور پر بیان کیا اور فرمایا: اے وہ لوگو! جو زبان سے تو ایمان لائے ہو لیکن ایمان تمہارے دلوں کے اندر جاگزیں نہیں ہوا ہے، نہ مسلمانوں کی غیبت کرو اور نہ ان کے عیوب کی تلاش میں رہو کیونکہ جو شخص ان کے عیوب کی تلاش میں رہے گا خداوند تعالیٰ بھی اس کے عیب کی تلاش کرے گا، ور خدا جس کے عیب کی تلاش کرے گا خود اس کے

گھر ہی کے اندر اس کو رسوا کرے گا۔

لغت کی رو سے غیبت کسی شخص کی غیر موجودگی میں اس کی برائی کے بیان کو کہتے ہیں مگر مذہبی تعلیم میں شخص کی غیر موجودگی غیبت کے لئے کوئی قید نہیں، اسی طرح یہ سمجھا جاتا ہے کہ اگر کسی شخص کی واقعی برائیاں ظاہر کی جائیں تو یہ غیبت نہیں لیکن آنحضرت ﷺ کے اس اشارہ سے ان دونوں باتوں کی تردید ہوتی ہے، ایک حدیث میں ہے کہ لوگوں نے آنحضرت ﷺ سے پوچھا کہ غیبت کس کو کہتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا تمہارا اپنے بھائی کی اس چیز کا ذکر کرنا جس کو وہ ناپسند کرے، کہا گیا کہ اگر میرے بھائی میں وہ عیب موجود ہو جس کو میں بیان کرتا ہوں، تو فرمایا: اگر وہ عیب اس میں موجود ہے تو تم نے اس کی غیبت کی اور اگر نہیں ہے تو تم نے اس پر بہتان لگایا۔

اس سے معلوم ہوا کہ کسی شخص کی عدم موجودگی میں اس کی برائی بیان کرنا غیبت کی تعریف کا کوئی ضروری جز نہیں بلکہ اگر کسی شخص کے سامنے اس کی برائی بیان کی جائے تو یہ بھی غیبت ہوگی، لیکن اس لفظ کے اشتقاق کی مناسبت سے اہل لغت کے نزدیک غیبت صرف اس بدگوئی کا نام ہے جو کسی کے پیٹھ پیچھے یعنی اس کی عدم موجودگی میں کی جائے، باقی کسی کے سامنے اس کے عیوب کا بیان کرنا تو یہ غیبت نہیں ہے بلکہ سب وشتم میں داخل ہے۔

اسی طرح غیبت صرف زبان تک محدود نہیں ہے بلکہ ہاتھ پاؤں، اور آنکھ کے ذریعہ سے بھی غیبت کی جاسکتی ہے، کسی شخص کی نقل کرنا، مثلاً ایک شخص لنگڑا ہے تو اس کے اس عیب کو نمایاں کرنے کے لئے لنگڑا کر چلنا بھی غیبت ہے، ایک بار حضرت عائشہؓ نے

ایک شخص کی نقل کی تو رسول اللہ ﷺ نے اس پر اپنی سخت ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا۔

(ماخوذ از سیرت النبیؐ ج ۶/ص ۲۹۵)

## عالم اسلام کی عظیم الشان، دینی، علمی، روحانی درسگاہ

# جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ

## ایک نظر میں

جامعہ اشرف العلوم رشیدی عالمِ اسلام کی ایک عظیم، مشہور ومعروف دینی درسگاہ ہے، جو عرصۂ دراز (تقریباً ۷۰) سال سے دینی، دعوتی، تبلیغی، اصلاحی، تربیتی اور کتاب اللہ وسنت رسول اللہ ﷺ کی نشر واشاعت میں مشغول ہے، اسکا جائے وقوع قصبہ گنگوہ ضلع سہارنپور مغربی یوپی جمنا کے قریب ہے، جو قدیم زمانہ سے عشاق الٰہی وعشاق رسولؐ، علماء، صلحاء، فقہاء، مفسرین ومحدثین، اولیاء اللہ کا مرکز رہا ہے، جہاں پر قطب الاقطاب حضرت شیخ عبد القدوسؒ، شاہ ابوسعیدؒ، شیخ محمد صادقؒ، شیخ عبد النبیؒ اور رئیس الفقہاء والمحدثین، امام ربانی عالم حقانی حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ وغیرہم جیسے حضرات اکابر اولیاء اللہ پیدا ہوئے، جنکے علوم وفنون سے دنیا کا ایک بہت بڑا طبقہ فیضیاب ہوا اور ہو رہا ہے۔

جب کل نفس ذائقۃ الموت کے قاعدے سے یہ حضراتِ اہل اللہ اس دار فانی سے دار بقاء کی طرف روانہ ہوگئے اور یہ سرزمین ماہی بے آب کی طرح تڑپ اٹھی تو اللہ عز وجل نے اپنا رحم وکرم فرمایا اور ہم سب کے مشفق استاذ الاساتذہ، استاذ العلماء و منتظم عظیم اور اپنے وقت کے مفکر اور امت کے غم میں اپنے آپکو مٹانے والے حضرت مولانا

الحاج قاری شریف احمد صاحب نوراللہ مرقدہ کو پیدا فرمایا، جو بچپن ہی سے ولی صفت انسان تھے، جنھوں نے اس ضرورتِ عظمیٰ کو محسوس فرمایا کہ اس بستی میں کوئی دینی و اسلامی مرکز ہونا چاہیے، کیونکہ یہ بستی متمنی تھی کہ یہاں پر کتاب اللہ اور سنت رسول اللہؐ کا دور دورا ہو، جیسا کہ قدیم زمانہ میں یہاں سے خلق کثیر فیضیاب ہوتی رہی۔

چنانچہ آپؒ نے اوّلاً تو اپنے آپ کو علومِ الٰہیہ و معرفتِ ربانیہ سے آراستہ و پیراستہ کیا، آپ نے ابتدائی تعلیم قصبہ گنگوہ ہی میں حاصل کی، تجوید وقرأت شیخ القراء حضرت مولانا قاری عبد الخالق صاحبؒ کے پاس پڑھی اور عالمیت کے ابتدائی تین سال (۴۴، ۴۵، ۱۹۴۶ء) جامعہ مظاہر علوم سہارنپور میں زیر تعلیم رہے، حضرت والاؒ بچپن ہی سے اکابر اہل اللہ سے والہانہ تعلق رکھتے تھے اور انکی خدمت پورے اخلاص وللّٰہیت کے ساتھ فرمایا کرتے تھے، اپنے بہت سارے امور میں ان سے مشورہ لیا کرتے تھے۔

چنانچہ حضرت مولانا سید عبد اللطیف صاحبؒ (ناظم اعلیٰ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور) سے اپنے جذبات اور دینی حمیت کا اظہار فرمایا اور گنگوہ کی سرزمین پر ایک اسلامی مرکز قیام کے متعلق اپنے خیالات کا اظہار کیا، جس پر حضرت مولانا سید عبداللطیف صاحبؒ کو بے انتہاء خوشی ہوئی اور انہوں نے آپکی مبارک پیشانی کو دیکھ کر تاڑ لیا کہ یہ شخص اپنے وقت کا مردِ مجاہد ہوگا اور دینی کاموں کے لئے اپنی تمام تر کاوشوں اور مساعی کو صرف کردے گا، اس بات پر حضرت مولانا سید عبداللطیف صاحبؒ نے اپنے بہترین مشورہ سے آپ کی رہنمائی کرتے ہوئے فرمایا کہ گنگوہ جیسی سرزمین میں ایک دینی ادارہ ضرور قائم کرو اور اسکے لئے وہاں جاکر جدوجہد شروع کردو۔

الغرض آپ نے محلّہ اشرف علی کی باہر لی مسجد میں اس کام کو شروع فرمادیا اور مسجد کے احاطہ میں **جامعہ اشرف العلوم رشیدی** کی بنیاد ماہ

رمضان المبارک ۱۳۶۴ھ مطابق ۱۹۴۴ء میں بہت سے حضرات علماء[1] کرام کی موجودگی میں رکھوائی اور خود تاسیسی امور میں اصل محرک کی حیثیت سے شریک رہے (یہ اسوقت کا زمانہ ہے جبکہ آپ مدرسہ مظاہر علوم میں زیر تعلیم تھے، اسی وقت

[1] جن میں دیوبند اور سہارنپور کے کبار مشائخ شامل تھے، جیسے شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ اور حضرت مولانا شاہ عبداللطیف صاحب قدس سرہ ناظم جامعہ مظاہر علوم سہارنپور۔

آپ کے دل میں گنگوہ میں مدرسہ قائم کرنے کا داعیہ اور جذبہ پیدا ہوگیا، اس مخلصانہ جذبہ کی اللہ تعالیٰ نے بے انتہا قدر فرمائی اور ترقیات سے نوازا اور قبولیت عامہ وتامہ عطا فرمائی) اور اللہ عزوجل پر مکمل اعتماد و بھروسہ کر کے کام شروع فرما دیا، آپ نے اس ادارہ کو پروان چڑھانے اور اس کے تعلیمی و تعمیری امور کو عمدہ سے عمدہ اور بہترین سے بہترین بنانے کی خاطر اپنے تن، من، دھن، کی بازی لگادی اور اسکو بام عروج تک پہونچانے کیلئے اپنے آپکو بالکل فنا کردیا اور اپنے تمام تر آرام وسکون کو چھوڑ کر ہمہ وقت اسی میں مصروف عمل رہے، (اس دوران اندر باہر سے بہت زیادہ مخالفتیں ہوئیں مگر حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ جبل استقامت بن کر دین متین کی پورے اخلاص وللٰہیت کے ساتھ رات ودن خدمت کرتے رہے۔

غرضیکہ آپؒ نے اپنے تمام تر آرام وسکون کو چھوڑ کر تمام عمر اسی میں لگادی، یہاں تک کہ آپکی حیاتِ مبارکہ کا ہر ہر سانس جامعہ کی فکر وترقی اور طلبہ علوم نبوت کی اصلاح وتربیت، عوام وخواص کی جانی، مالی علمی وروحانی خدمت اور امت کے درد وغم اور انکی اصلاح کی صورتیں اختیار کرنے اور اس پر ابھارنے میں گذرا، اسطرح اللہ تعالیٰ نے اپنے اس محبوب وپیارے بندہ کو خدمتِ خلق اور اپنی طاعت وعبادت کی

جامعیت سے سرفراز فرمایا، آپؒ اپنے وقت کے ایک بہترین منتظم، بہترین خطیب و واعظ، داعی و مبلغ، بہترین مدرس، مصلح ومربی، مفکر و مدبر، کثیر تلاوت کرنے والے، اللہ کے سامنے رونے والے، اخلاقِ حمیدہ کے جامع، بہت سارے کمالات اور صفات کا مجمع اور سنگم، مخلوقِ خدا پر بے انتہا شفیق، اکابر گنگوہ کے سچے جانشین، اللہ اور انکے رسول ﷺ کے سچے عاشق تھے۔

جامعہ اشرف العلوم رشیدی انکے اسی عشق کا مظہر جمیل ہے، آخر وقت میں رسول پاک ﷺ کی خواب میں زیارت کا شرف حاصل کرتے ہوئے اپنے رب کے حضور میں انعامات جلیلہ حاصل کرنے کیلئے روانہ ہوگئے، اللہ پاک آپ کے درجات کو بلند سے بلند فرمائے اور آپ کے لگائے ہوئے گلشن "جامعہ اشرف العلوم رشیدی" کی ہمیشہ حفاظت فرمائے، تمام حاسدین ومفسدین کے شرور وفتن سے ادارہ کی ہر وقت وہمہ جہت حفاظت فرمائے آمین۔

آہ جبکہ وہ اللہ کا عاشق فانی فی اللہ و فانی فی الرسولؐ اپنے اس لگائے ہوئے نورانی وروحانی گلشن اور ہم جملہ محبین میں موجود نہیں، مگر آپ کا لگایا ہوا باغ الحمدللہ ہر طرح تر وتازہ ہے اور اپنے مقصد میں ترقیاتِ ظاہری و باطنی کے ساتھ رواں دواں ہوکر اپنے تمام اکابر اہل اللہ علماء سلف، بصرہ وکوفہ، بغداد وسمرقند اور بخارا کی یاد تازہ کر رہا ہے اور بہت سے علوم ومعارف کے تشنگان یہاں آکر اپنی اپنی مکمل پیاس بجھا کر اپنے علاقوں میں جا کر شریعت مطہرہ وسنت نبوی ﷺ کی ترویج واشاعت میں مشغول ہیں، جامعہ کا فیض تقریباً دنیا کے ہر خطے اور ہر علاقہ میں پہونچ چکا ہے اور پہونچ رہا ہے، ملک وبیرون ملک سبھی

جگہوں میں یہاں کے فارغین جارہے ہیں ، اب تک جامعہ ہذا سے واسطہ بلا واسطہ فیض حاصل کرنے والوں کی ایک بہت بڑی تعداد ہے، اللہ پاک ان کو اپنی مادر علمی کی قدر دانی کی توفیق بخشے آمین ۔

## جامعہ ہذا کا کل کار تعلیم بہت سے شعبہ جات پر مشتمل ہے جو مندرجہ ذیل ہے

(1)شعبۂ افتاء (2) شعبۂ عربی (3) شعبۂ تمرین (4) شعبۂ فارسی (۵)شعبۂ تجوید وقرأت (6) شعبۂ حفظ قرآن کریم (7) شعبۂ ناظرہ قرآن کریم (8)شعبۂ دینیات (9)شعبۂ اردو (10) شعبۂ پرائمری درجات از ابتدائی تا درجہ ۵ (11) شعبۂ جونیئر درجہ 1/ تا ز درجہ 6/تا درجہ 8 (12) شعبۂ تبلیغ وارشاد (13) شعبۂ اصلاحِ معاشرہ وتزکیۂ نفوس اور مجلس ذکر اللہ (14) شعبۂ خطابت (15) شعبۂ صحافت (16) شعبۂ کتابت (17) شعبۂ کمپیوٹر۔

ہر شعبۂ جات میں ماہرین اساتذہ تعلیمی امور انجام دے رہے ہیں، حضرات اساتذہ وملازمین کی کل تعداد 83/ ہے، بیرونی طلبہ 714/ مقامی 981/ کل تعداد طلبہ 1695/ ہے، ادارہ طلباء کی ضروریات کا ہر طرح خاص خیال رکھتا ہے اور مسائل شرعیہ میں عوام الناس کی مکمل رہنمائی کی جاتی ہے، جامعہ ہذا کا احاطہ بہت وسیع وعریض ہے، جسکے تحت تین مسجدیں، کتب خانہ، دارالقرآن دارالحدیث، دارالتجوید دفتر تعلیمات، مہمان

خانہ، واٹر ٹینک، جنر یٹر روم، مطبخ، عربی فارسی درسگاہیں، طلبہ کی رہائش گاہیں، مطالعہ گاہ، تکرار گاہ ہیں، جامعہ کا صدر دروازہ جو بہت سے کمروں پر مشتمل ہے، جن میں پرائمری درجات کے بہت سے طلبہ زیر تعلیم رہتے ہیں، فیضانِ رشید شاخ جامعہ ہذا جو دو کمروں پر مشتمل ہے، شاخ نعمت الصالحات جامعہ ہذا جس میں تقریباً ۴۰۰ طالبات دینی تعلیم کے ساتھ ساتھ عصری تعلیم درجہ 5/ تک حاصل کر رہی ہیں، جگہ تنگ ہونے کے باعث بڑی عمارت درکار ہے، جامعہ کا سالانہ خرچ تقریباً 76/ لاکھ ہے۔

اور مزید اس پر فتن و پر آشوب دور میں احقاق حق اور ابطال باطل کرنے، اسلام، مسلمانوں اور کتاب وسنت کی صیانت وحفاظت میں پوری مساعی صرف کر رہا ہے۔

اسوقت جامعہ ہذا کے روح رواں وناظم جناب حضرت مولانا مفتی خالد سیف اللہ صاحب قاسمی دامت برکاتہم صاحبزادۂ محترم حضرت مولانا الحاج قاری شریف احمد صاحبؒ (بانی ومؤسس جامعہ ہذا) ہیں، جو اب جامعہ کی تمام تر ذمہ داریوں کو باوجودیکہ آپ اپنی علمی مشغولیات "بخاری شریف جلد ثانی، ترمذی شریف مکمل، شعبۂ دارالافتاء کی اہم ذمہ داری" مدرسہ کے پورے عملہ اساتذہ وطلبہ کی ہمہ وقت نگرانی ودیکھ بھال جیسی اہم ترین ذمہ داریوں کو بحسنِ خوبی انجام دے رہے ہیں، جن کو اللہ تعالیٰ نے علوم ومعارف کا ایک بہت بڑا حصہ عطا فرمایا ہے، متعدد اولیاء اللہ سے بیعت و خلافت کی اجازت حاصل ہے، جن میں سرفہرست حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب

پرتا پگڈھی ؒ، جامع شریعت حضرت مولانا قمر الزمان صاحب الہ آبادی مدظلہ العالی و پیر طریقت واقف اسرار حقیقت شیخ محمد آصف حسین صاحب فاروقی نقشبندی مجددی مدظلہ العالی و جامع الاصاف والکمالات حضرت مولانا سید محمود حسن صاحب ”خلیفہ حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی ؒ“۔

الحمد للہ اس وقت علماء اور عوام الناس کا ایک بہت بڑا طبقہ آپ سے منسلک ہے اللہ پاک آپکی حیات سعیدہ و مبارکہ میں خوب برکت فرمائے اور آپکی ذات سے عالم اسلام کو خوب فائدہ پہونچائے ، اللہ تبارک وتعالیٰ اخلاص کے ساتھ دینی روحانی علمی عملی مکمل فائدہ اٹھانے کی توفیق بخشے اور پروردگار عالم حضرت والا کی زندگی میں خوب برکت عطا فرمائے کہ آپکا سایۂ عاطفت ہمارے سروں پر تادیر قائم دائم رکھے۔

اللھم احشرنا مع المتقین والا براروالمؤمنین المخلصین

آمین یا رب العالمین